میرا ہمسفر کوئی اور ہے

سیدہ تہمینہ زہرہ

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرا ہم سفر کوئی اور ہے

تہمینہ زہرہ

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود تمام ناولز بالکل مفت ہیں۔ اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ وہ لوگ جو وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔ اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے، سپر موڈز: زندگی، بسمہ، حسیب یا مینجمنٹ وقار سے رابطہ کریں، شکریہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرا ہم سفر کوئی اور ہے

کبھی یوں بھی تو ہوتا ہے کسی آنکھ کا خواب کسی دوسرے کی زندگی میں تعبیر بن کر روشنی پھیلانے لگتا ہے۔ایک طویل دن اور پہاڑ سی ایک رات جیسے اس کی زندگی کو تہس نہس کر گئی تھی۔کل سے وہ کسی ایک چیز پر بھی ٹھیک سے توجہ نہ دے سکا تھا یوں لگتا تھا ذہن میں کوئی بات ٹھہرتی ہی نہیں ہے۔ ہر شے عجیب سی دھند میں چھپی محسوس ہو رہی تھی بس ایک چہرہ تھا اور اس چہرے سے چھلکتی انوکھی سی خوشی اور اس خوشی سے جھانکتے بے ساختہ سے جذبے تھے جو اس کے دھیان کے پردے پر جگمگا رہا تھا۔اس چہرے سے اس

کی شناسائی تو نئی نہیں تھی لیکن وہ رنگ جو ان آنکھوں میں سجے تھے ضرور نئے اور انجان سے لگے تھے۔اسے لگتا تھا اس کی یہ الجھن بے معنی نہیں ہے۔

"ہارون! وہ جانے کب تک اپنی سوچوں میں الجھا رہتا کہ ایک نامانوس سی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"تم" عبیر کو غیر متوقع طور پر سامنے دیکھ کر پل بھر کے لئے اس کی سمجھ میں نہ آیا کیا کہے۔وہ غائب دماغی سے اسے دیکھتا رہا۔

"ہوں' اتنی عادت ہوگئی ہے یہاں کی ایک دن بھی دل نہیں لگا وہاں میں تو کل شام ہی آجاتی' لیکن نبیل ماموں نے کہا ایک دن تو رکو۔" لگاوٹ بھرے لہجے میں کہتی وہ بڑے مزے سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ہارون نے قدرے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا اور رائٹنگ ٹیبل کے سامنے سے اٹھتا ہوا اس کے عین سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور اپنے مخصوص درشت لہجے میں بولا (جو عبیر سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ اس کا ہوجاتا تھا۔)

"مجھ سے کوئی کام تھا؟"

"نہیں وہ میں..."اس کے اس درجہ ناگوار انداز پر عبیر کا رنگ فق ہوگیا۔میں' میں۔" باہر کے لئے قدم بڑھاتی وہ یکبارگی رک گئی۔خود سے لڑتے لڑتے اپنے جذبوں کو دباتے دباتے وہ تھک گئی تھی۔دل پر اتنا بوجھ تھا کہ لگتا تھا ایک لمحہ بھی مزید خود کو چھپانے کی کوشش کی تو دل پھٹ جائے گا۔ ہارون نے ناگواری سے مڑ کر اس کے متذبذب انداز کو دیکھا۔ہاتھوں کو مروڑتی سیاہ آنکھوں میں ڈھیروں آنسو بھرے وہ اس لمحہ اپنے لئے ہارون کی نفرت میں مزید اضافہ کر گئی۔

"تمہیں کچھ کہنا ہے تو کہو' میں اس وقت بہت ٹینس ہوں اور تمہیں برداشت کرنا میرے لئے ایک الگ تکلیف ہے۔تم..."

"یہ تو میں جانتی ہوں تم مجھ سے شدید نفرت کرتے ہو۔" ہارون کی بات کاٹتے ہوئے اس نے تلخی سے کہا تو ہارون اس کی صاف گوئی پر ہنکارا بھر کر رہ گیا۔اور وہ چند ثانیے رکتے ہوئے پھر سے گویا ہوئی۔

"اور یہ تم جانتے ہو میں' میں تم سے شدید محبت کرتی ہوں؟"

"شٹ اپ عبیر! اسی وقت نکل جاؤ میرے کمرے سے۔" اس کے اس قدر کھلے اعتراف پر غصے کے مارے ہارون کے ماتھے کی رگیں ابھر آئیں۔وہ پوری قوت سے چنگھاڑا تھا لیکن عبیر ٹس سے مس نہ ہوئی اس کے چہرے کا مخصوص اعتماد بحال ہوچکا تھا یوں جیسے اپنے دل کی بات کہہ کر اب کوئی خوف بچا نہ ہو۔

"بڑے گھر اور بڑے گھروں کے بڑے پرابلمز تمہاری آواز ان دیواروں سے ٹکرا کر واپس تو جاسکتی ہے لیکن اس وقت شاید تیسرا کوئی ہماری گفتگو سننے نہ آسکے گا۔اور میں بھی یہی چاہتی ہوں۔میں جانتی ہوں تمہیں مجھ سے یا میری کسی بات سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن جو میں کہنے جارہی ہوں اس میں تمہاری گہری دلچسپی ہوسکتی ہے۔" بے لچک لہجے میں بولتی وہ دھیرے دھیرے چلتی ایک بار پھر بیڈ پر آبیٹھی تو ہارون نے الجھ کر اس کی طرف دیکھا۔

"علی ترمذی کو کل رات پولیس نے اریسٹ کرلیا۔" عبیر نے ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے جس قدر اطمینان سے اطلاع دی' ہارون کو حیرت کا اتنا ہی شدید جھٹکا لگا۔پل بھر کے لئے تو اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کس طرح کارسپانس

دے۔کیونکہ اس کی ذرا سی غلطی سے ایمان کی زندگی کو خطرہ ہوسکتا تھا۔عبیر کی طرف سے رخ پھیرتے ہوئے اس نے اس سے اپنے تاثرات چھپانے چاہے لیکن عبیر اس وقت اسے بچنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔وہ تیزی سے اٹھ کر ہارون کے سامنے آکھڑی ہوئی۔اس کے ہونٹوں پر بڑی زہریلی مسکراہٹ تھی اور اس کی سیاہ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"پوچھوگے نہیں مجھے کس نے بتایا؟ علی ترمذی کے متعلق کوئی اطلاع مجھ تک کیسے پہنچی؟"

"ہاں وہ'عون نے تو کوئی ایسی اطلاع نہیں دی۔" ہارون نے فوری طور پر خود کو سنبھالتے ہوئے کہا عبیر اس کے الفاظ سن کر زور زور سے ہنسنے لگی۔

"اف' اف کتنا چاہتے ہو تم اسے... کتنا پاگل پن ہے تمہاری آنکھوں میں اس کے لئے ہارون! اس میں ایسا کیا ہے ہارون جو تم ان لمحات میں بھی خود کو کمپوز کرکے اسے بچانا چاہتے ہو۔"

"عبیر! تم جاؤ یہاں سے مجھے عون سے ابھی بات کرکے" ہارون روانی سے بولتا ٹیلی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھا۔وہ چاہتا تو ایک لمحے میں عبیر سے کچھ بھی اگلوا

سکتا تھا لیکن اس وقت وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔عبیر نے تیزی سے آکر اس کے ہاتھ سے ریسیور پکڑ لیا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہارون! جب تم نے کسی کو نہیں بتایا کہ عون عباس جعفری کی پناہ میں ہے تمہاری نورالایمان' تو شاید عون عباس جعفری بھی علی ترمذی کے پورے گینگ کی گرفتاری تک نہ بتائے کہ وہ اسے اریسٹ کرچکا ہے۔عون عباس جعفری کا انجام کیا ہوگا میں کچھ کہہ نہیں سکتی' رات علی کو عون نے گلبرگ کے علاقے سے اریسٹ کیا تھا لیکن وہ اسے کہاں لے کر گیا ہے حبیب ترمذی اس کا پتا لگانے میں اب تک تو ناکام رہے ہیں لیکن جب انہیں علی کا پت چل گیا' وہ تمہاری چچی جان کے ذریعے ہی علی کو آزاد کروائیں گے۔وقت کم ہے اور فیصلہ ہرحال میں تمہیں کرنا ہے۔تمہارے کل عون کے گھر جانے سے ہی میں نے جان لیا ہے ہارون! کہ ایمان اس کے گھر میں ہے۔اور یقینا تم بھی میرے متعلق سب کچھ جان چکے ہوگے۔ایمان کی قسمت

پر رشک آتا ہے مجھے۔ظاہر ہے اس کے کردار کو لوگوں کے سامنے بہترین ثابت کرنے کے لئے تم کسی بھی حد تک جاسکتے ہو کیونکہ تم اسے کسی بھی قیمت پر چھوڑنا نہیں چاہتے اور میری مشکل بھی یہی ہے میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتی۔"

"مجھ سے کیا چاہتی ہو تم؟" ہارون نے بے صبری سے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔اسے اس وقت عبیر کی پراسراریت سے وحشت ہو رہی تھی۔

"تمہیں مجھ سے شادی کرنا ہوگی۔"

"عبیر! عبیر کے مختصر سے فقرے نے ہارون پر ایک قیامت ڈھا دی۔اس کا بھاری ہاتھ اٹھا اور اس نے اتنی شدت سے عبیر کے گال پر تھپڑ مارا کہ وہ چکراتی ہوئی صوفے پر گر گئی لیکن وہ ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں تھی او راب تو ہارجانے کالمحہ بھی گزر چکاتھا۔

"مار بھی ڈالوگے اب تم مجھے تو بھی نورالایمان تو اب تمہارا نصیب نہیں بننے والی۔میں اگر تمہارے لئے اس کی ماں کو کڈنیپ کرواسکتی ہوں تو یاد رکھو ہارون تمہارے لئے میں کسی بھی حد تک جاسکتی ہوں۔چیخنے چلانے میں وقت

ضائع کروگے تو ساری عمر پچھتاؤ گے بھی تمہی۔مجھے کسی بدنامی کا ڈر نہیں ہے۔ صرف آج کا دن ہے تمہارے پاس اپنی چچی جان کو بچانے کے لئے۔اگر حبیب ترمذی نے انہیں کراچی بلوالیا تو کوئی تمہاری مدد نہ کرسکے گا۔نہ میں' نہ نبیل ماموں۔"

"نبیل چاچا وہ بھی ملے ہیں تم سے۔"

"وہی تو ہیں میرے رہنما' میرے مسیحا' مجھے میری پہچان بتانے والے' انہوں نے ہی تو بتایا مجھے' کہ یہ ساری جائیداد میری ہے' میرے ڈیڈی میرے ہیں' سارے یہاں کے رشتے میرے ہیں اور اور ہارون حسن میرا ہے۔تم میرے ہو' جسے اس'اس چڑیل نے غصب کرلیا۔"

"شٹ اپ عبیر۔"

"بڑا دکھ ہوا ناں؟ مجھے بھی ہوا' ہر ہر لمحہ ہوا' جب میں نے تمہیں اس کے ساتھ ہنستے دیکھا۔جب اسے تم پر حق جتاتے دیکھا۔جب جب اس نے مجھ سے محبت جتائی اور جب جب تم نے مجھ سے نفرت کی۔دکھ تو مجھے بھی ہوا ہارون' اور محبت میں نے اس پوری دنیا میں صرف دو چیزوں سے کی' ایک میری

جائیداد' اور دوسرے ہو تم۔لیکن اب فیصلے کی گھڑی آئی ہے تو مجھے لگتا ہے تمہارے لئے میں سب کچھ چھوڑ سکتی ہوں۔اور اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے' نورالایمان احمد یا خاندان کی عزت اور تمہاری چچی جان کی زندگی۔"

ایمان سے سودا بازی کرنے کے بعد اب وہ ہارون کو بھی اسی مقام پر لے آئی تھی جہاں سے نہ آگے بڑھنے کا راستہ نظر آتا تھا اور نہ ہی پیچھے ہٹنے کی کوشش کی جاسکتی تھی۔ہارون کے چہرے پر سوچ کی گہری پرچھائیاں دیکھ کر اسے اپنی فتح کا یقین ہوچلا تھا لیکن وہ نہیں جانتی تھی اس بار کھیل اس کے ہاتھ میں نہیں تقدیر کے ہاتھوں میں ہے۔

{...☆☆☆...}

"عون! آپ میرا اس زندگی پر اعتبار ہیں..."

"رشتوں کی خوبصورتی پر میرا یقین ہیں آپ..."

کتنی ہی دیر سے وہ چپ چاپ بیٹھا تھا اور ہر طرف اس کی نرم' زندگی سے بھرپور آواز گونج رہی تھی۔ایمان کے ہونٹوں سے ادا ہونے والا ہر لفظ اسے اپنی ہی نظروں میں سرخرو کرگیا تھا۔وہ جانتا تھا اس کے گھر والے' اس کے

ارد گرد کے لوگ اس سے بے حد بے حساب محبت کرتے ہیں لیکن ایمان کے یقین نے اسے زندہ کردیا تھا۔

اس نے کس قدر اعتبار سے بھرپور لہجے میں کہا تھا۔

"آپ کہتے ہیں آپ کچھ بھی نہیں' اور میں کہتی ہوں اگر آپ کچھ نہیں ہیں تو زندگی کی کوئی محبت' کوئی سچائی' کوئی خوبصورتی' کوئی نورالایمان' کوئی بھی کچھ نہیں۔" اور عون کے دل نے ہر فکر سے بے نیاز ہو کر سوچا تھا۔

"نورالایمان نامی یہ لڑکی کچھ نہیں' بلکہ سب کچھ ہے' اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کی آنکھوں کے شفاف آئینے مسحور کیوں کرڈالتے؟ اس کے ہونٹوں پر سجی بے ریا ہنسی رم جھم برسات سی کیوں لگتی اور اس کے چاندنی کی طرح دمکتے گالوں میں پڑتے بھنور ہر غم کو بھلا دینے پر مجبور کیوں کرتے؟" آج کا دن کچھ عجیب سا تھا روح پر ایک خمار سا چھایا محسوس ہو رہا تھا۔اسی لئے تو نہ آج اسے ہر طرف سے گونجتی

نورالایمان احمد کی آواز چونکا رہی تھی اور نہ ہی اپنے دل کے تقاضے پریشان کررہے تھے۔

"اس کی خاطر سوچنا' سوچنا بھی رات دن
پھر بھی مجھ کو یوں لگا میں نے سوچا کچھ نہیں"

حمزہ کی معنی خیز آواز پر وہ چونک کر سیدھا ہوبیٹھا۔وہ نہیں چاہتا تھا حمزہ اس کے دل کے چور کو تاڑلے۔لیکن اس کے لئے حمزہ سے بچنا مشکل نہیں ناممکن تھا۔

چند ثانیے حمزہ آنکھوں میں شرارت بھرے اسے دیکھتا رہا۔حمزہ کے اس طرح جائزہ لینے پر عون پزل سا ہو گیا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"پیارے بہت لگ رہے ہو آج۔دل چاہتا ہے سمرن کی بجائے تم سے منگنی کااعلان کردوں۔" حمزہ اس کے سامنے بیڈ پر گرتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"حمزہ! تم بھی۔" عون بھی اس کی بات پر ہنسنے لگا اور اسی طرح ہنستے ہوئے اس نے کشن اٹھا کر حمزہ کے منہ پر دے مارا جسے حمزہ نے برا مانے بغیر سر

کے نیچے رکھ لیا اور چھت کی طرف دیکھتے ہوئے ایکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے گویا ہوا۔

"میں سوچتا ہوں یار ماماجی' یہ محبت بھی کیا کمال چیز ہے۔ایک ایسا چہرہ جو محبت کی عینک کے بنا بالکل عام سا ہوتا ہے۔اس محبت کے سر پر سوار ہوتے ہی ساری دنیا سے خوبصورت لگنے لگتا ہے۔اب مجھے ہی لو' یہ اپنی سمرن' یار ماماجی' کب سوچا تھا میں نے ایسا ہوگا' اس سے لڑتے لڑتے اسے تنگ کرتے کتنی عمر ہوگئی تھی اور بس ایک لمحہ' زنیرہ بجو اس سے پوچھ رہی تھیں' سمرن تم بنوگی میرے حمزہ کی دلہن؟ اور بس' وہ ایک لمحہ میری زندگی میں ٹھہر گیا۔اس کے چہرے پر ٹھہرے رنگ'اس کی جھکی ہوئی آنکھیں' مجھے تسخیر کر گئیں اور دل نے فیصلہ کرلیا اگر کوئی زندگی میں میرا ساتھ دے سکتا ہے تو وہ یہ احمق اور نادان سمرن ہی ہے اوریار ماما جی! اس لمحے کے بعد سے وہ جب بھی میرے سامنے آتی میں جب بھی اسے سوچتا' ایک عجیب سی دھیمی دھیمی سی خوشی تھی جو مجھے گھیر لیتی تھی۔" حمزہ خوشگوار لہجے میں بولتا جارہاتھا اورعون اسے محبت پاش نظروں سے دیکھے جارہاتھا۔اس کے دل سے حمزہ کی

خوشیوں کے لئے ڈھیروں دعائیں نکل رہی تھیں۔حمزہ کے چہرے پر پھیلے حقیقی محبت کے رنگ اسے خوبصورت بنا رہے تھے۔عون اس لمحے اپنے سارے دکھ درد بھلائے حمزہ کی کھنکتی آواز سن کر دل میں سکون کا احساس اترتا محسوس کررہاتھا۔

"یار ماماجی! تم بتاؤ تمہارے نزدیک محبت کیا معنی رکھتی ہے؟" حمزہ کے اچانک پوچھنے پر عون نے الجھ کر اسے دیکھا حمزہ کی آنکھوں کی مخصوص معنی خیزی ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔عون نے گھور کر اسے دیکھا اور حمزہ کے پاس سے اٹھ کر کھڑکی میں آکھڑا ہوا۔

"یہی بات ہے۔یہی بات ہے تمہاری جو مجھے غصہ دلاتی ہے۔تم مجھ سے دل کی بات چھپانے لگے ہویار ماماجی۔جو تمہاری آنکھوں میں نظر آتا ہے'جو تمہارے دل میں چھپا ہے' اسے بیان کرنے سے' مجھ تک کو بتانے سے گریز کرتے ہو تم۔کیوں' کیا اب تم مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتے ہو؟ جو..."حمزہ تیزی سے اٹھ کراس کے پیچھے آکھڑا ہوا اور ناگواری سے بولتاچلا گیا۔

"حمزہ!" عون نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہتے ہوئے حمزہ کا فقرہ کاٹا' حمزہ چند ثانیے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ عون کا فقرہ اسے گنگ کر گیا۔

"حمزہ! میرے لئے محبت کا معنی نورالایمان احمد ہے۔" عون نے اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں کہا تھا لیکن حمزہ کے لئے اس کا فقرہ ایک دھماکا تھا جبکہ عون بڑے پرسکون انداز میں لان میں جھانک رہا تھا جہاں ایمان' رضی اور ربیعہ کسی بات پر زور زور سے ہنس رہے تھے۔پتا نہیں کیسا لمحہ تھا کہ عون کو نہ تو اپنی بے ساختگی کا احساس ہوا تھا اور نہ ہی حمزہ کی موجودگی کا۔اس کی نظروں کے سامنے تو اس وقت صرف ایمان کا کھلکھلاتا چہرہ' گالوں میں پڑتے بھنور اور روشن کتھئی آنکھیں تھیں جو اسے تسخیر کر رہی تھیں اور وہ رگ وپے میں ایک عجیب سی' دھیمی دھیمی سی خوشی سرایت کرتی محسوس کر رہا تھا اور شاید اس کی نظروں کی تپش کا اثر تھا کہ ایمان نے ہنستے ہنستے سر اٹھا کر اوپر دیکھا لیکن اپنی طرف عون کو متوجہ پا کر اس کی نظر جھکتی چلی گئی۔عون نے اس کی آنکھوں کو جھکتے دیکھا اس کی دودھیا رنگت میں گلابیاں گھلتی دیکھیں' اس

کے گلابی ہونٹوں کو کپکپاتے اور ان پر ایک شرمگیں مسکان کو بکھرتے دیکھا اور یہ ایک نظر جیسے اسے ہوش کی دنیا میں لے آئی۔صبح سے ذہن و دل پر چھایا خمار پل بھر میں مٹ گیا اور حواس کے بحال ہوتے ہی اسے اپنی شدید حماقت کا احساس ہوا۔اسے اپنا آپ کسی مجرم کی طرح لگا جس نے کسی کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر اپنے ناآسودہ جذبوں کو تسکین دینا چاہی ہو۔وہ جس راستے پر قدم دھرتے بھی ڈرتا تھا وہیں اندھا دھند بھاگے جا رہا تھا۔

"میں میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں' حمزہ! میں نے ایما کے ساتھ وہی کیا ہے جو عبیر نے میرے ساتھ کیا تھا۔اوہ گاڈ۔"

"یار ماماجی! کیا ہوا ہے اچانک؟" حمزہ نے حیرت سے اس کے عجیب جنونی انداز میں بڑبڑانے پر پوچھا تو عون نے چند ثانیے حمزہ کو یوں دیکھا جیسے اس لمحے وہ کچھ بھی سمجھ نہ پا رہا ہو۔پھر وہ آہستگی سے چلتا ہوا صوفے پر جا بیٹھا اور سختی سے اپنے بالوں کو مٹھی میں لے لیا۔

"حمزہ! میں نے اچھا نہیں کیا۔میں اسے سمجھانا چاہتا ہوں لیکن وہ... حمزہ تم تو جانتے ہو ناں' میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا؟"

"آخر ہوا کیا ہے یار ماماجی! جو تم اس طرح بی ہیو کر رہے ہو؟ اگر تم اپنے منہ سے یہ الفاظ سن کر ڈر رہے ہو کہ تمہارے لئے محبت کا معنی نورالایمان احمد ہے تو اس میں تم نے کچھ بھی غلط نہیں کہا' تم اگر ایمان جی سے محبت کرنے لگے ہو تو کیا یہ...؟"

"ایسا کچھ نہیں ہے حمزہ! ایما میری صرف دوست ہے۔اسے دیکھ کر میں نے صرف یہ سوچا تھا اس کی مدد کروں گا۔اسے اس کے سارے رشتے واپس دلاؤں گا۔یہ سب نہیں چاہا تھا میں نے اس کی آنکھوں میں کچھ' کچھ انجانا سا احساس رہتا ہے حمزہ۔جو مجھے بے چین کرنے لگا ہے۔میں اس سے محبت نہیں کرسکتا۔میں تو اسے دکھ سے بچانا چاہتا تھا۔"عون نے بے بسی سے صوفے کی پشت پر سر ٹکا لیا۔حمزہ نے گہری نظروں سے اس کے چہرے پر اضطراب کے سائے دیکھے۔ایک پل کے لئے اس کا دل چاہا عون کو بتا دے کہ اس نے ایمان سے کوئی دھوکا نہیں کیا کیونکہ وہ پہلے دن سے ہی سب جانتی ہے لیکن پھر عون کے ردعمل نے اسے خوفزدہ کردیا۔

"لیکن ہمیشہ وہ نہیں ہوتا یار ماما جی! جو ہم چاہیں کوئی زیادہ پرانی بات تو نہیں کہ تم نے سمندر کنارے ملنے والی ایک انجان لڑکی کی باتوں' ہنسنے کے انداز' اس کی چاندنی رات کی دیوانگی' اس کی کاسنی رنگ سے انسیت' اس کی کانوں میں پڑی بالیوں سے محبت کی تھی۔تو وہ باتیں' وہ انداز' وہ دیوانگی' وہ انسیت اور وہ بالیاں ایمان جی کی ہی تھیں یار ماماجی! تم ایمان جی سے محبت کرتے ہو آج سے نہیں پچھلے کئی ماہ سے۔یہ پچھلے مہینے جو ہر ہر لمحہ ہم پر قیامت بن کر گزرے تھے' ہم سب کو تمہاری توجہ اور پیار کی عادت تھی اور تم' تم ہم سے ایسے انجان ہوئے کہ اگر تمہیں کبھی بھولے بھٹکے ہم سب میں سے کسی کی اہمیت کا احساس ہو بھی جاتا تو ہم بے یقین ہی رہتے۔ہمارا دل مانتا ہی نہیں تھا کہ تم اپنی خود ساختہ مضطرب دنیا سے ہٹ کر ہمیں سوچ رہے ہو۔اب صرف اتنی ریکوئسٹ ہے تم سے۔تم ایمان جی کو اپنے لئے اضطراب مت بناؤ۔ میں نے دیکھا ہے یار ماماجی' ان کی موجودگی میں تمہارے چہرے پر مکمل سکون' اور وہ مخصوص اعتماد جو کبھی تمہارے چہرے کا خاصا تھا کیونکہ وہ تمام انداز جن سے تم نے محبت کی تھی اب اپنی اصل صورت میں تمہارے سامنے

آئے ہیں' یہ دوستی نہیں ہے یار ماماجی' تم مانو یا نہ مانو' یہ محبت ہے' جو تمہاری آنکھوں میں تو روشن ہے زبان پر نہیں آتی۔تم نے کسی کو دھوکا نہیں دیا وہ تم پر مکمل اعتبار کرتی ہیں پھر بھی اگر تم چاہو تو انہیں سب کچھ بتادو شاید اس طرح ان کے دکھ میں کچھ کمی آجائے۔" حمزہ کے ایک ایک لفظ میں جانے کیسا جادو تھا کہ عون چپ چاپ اسے سنے گیا اور جب حمزہ خاموش ہوا تب بھی وہ کئی لمحے ساکت بیٹھا رہا۔اور پھر اچانک اک مدھر آواز دل کے اندھیرے ایوانوں میں اجالا کرتی گئی۔اس کے لہجے میں صرف اعتماد صرف یقین ہی نہیں تھا بلکہ اک آس تھی' اک امید تھی' جس کا دامن تھام کر عون نے آخری فیصلہ کرڈالا' کیونکہ اس نے خود تو کہا تھا۔

"میں نے کی ہوگی ہمیشہ ہر کسی سے محبت' لیکن آپ کی میں نے عزت بھی کی ہے' میں آپ کے ساتھ ہنسنا چاہتی ہوں' بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن آپ کے درد چھیڑ کر انہیں ختم کرنیکی بھی ہمت ہے مجھ میں۔" اور عون کے دل سے صرف ایک تمنا ابھری تھی کہ کیوں نہ اس پگلی کی ہمت آزمالی

جائے' شاید اس طرح ہی ہر درد کا مداوا ہوجائے۔شاید یونہی وہ پھر سے اپنے پہلے راستے پر لوٹ جائے۔

"تم جاؤ حمزہ! اور ایما کو اوپر بھیجو۔" آخری فیصلے کے بعد اس نے سر اٹھا کر منتظر بیٹھے حمزہ سے کہا تھا اس کے الفاظ حمزہ کے چہرے پر ایک بڑی خوبصورت مسکراہٹ بکھرا گئے۔حمزہ جانے کے لئے مڑا پھر جاتے جاتے وہ واپس آیا اور پنجوں کے بل عون کے سامنے بیٹھ گیا۔

"مجھے عون عباس جعفری پر ہمیشہ غرور رہا ہے۔وہ جو بھی کرے گا' جیسے بھی کرے گا وہ ٹھیک ہوگا کیونکہ وہ اتنا سچا ہے کہ وہ کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتا اور آئی لو یو یار ماماجی!" آج کتنے دنوں بعد حمزہ نے اسے محبت اور یقین سے کچھ کہا تھا۔عون کے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ آٹھہری اور اس نے کھینچ کر حمزہ کو اپنے سینے سے لگالیا۔

"یہ الفاظ تم نے تب بھی کہے تھے حمزہ! جب میں پولیس فورس جوائن کررہاتھا۔ سب میری مخالفت کررہے تھے' ایک تمہی تھے جسے میرے جذبوں کی قدر تھی' میں نہیں جانتا حمزہ! جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ تقدیر کا کیسامذاق تھا اور

میں یہ بھی نہیں جانتا' جو کچھ میں کرنے والا ہوں وہ کس حد تک درست ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کچھ بھی ہوجائے اپنے حمزہ کا غرور میں کبھی نہیں توڑوں گا۔بی کاز آئی لو یو ٹویار۔" حمزہ کے ماتھے کو چومتے ہوئے اس نے اپنے اندر' ایک نئی توانائی اترتی محسوس کی۔حمزہ اس کی وہ طاقت تھا جس نے کبھی اسے کمزور نہیں پڑنے دیا تھا۔حمزہ اس کا کندھا تھپتھپا کر تیزی سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ایمان کوڈھونڈتا وہ لان تک آیا تو ایمان کو سامنے بیٹھے دیکھ کر اس کی سمجھ میں عون کے اچانک اس قدر مضطرب ہونے کی وجہ آگئی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں کہ تم لوگوں کی ہنسی ہی نہیں رک رہی؟" رضی کے ساتھ لان چیئر پر بیٹھتے ہوئے حمزہ نے اپنے لہجے کو خوشگوار بنایا۔

"بھیا! ہمارے تو ابھی ہنسنے کے دن ہیں۔دن تو آپ کے برے آئے ہیں۔ ویسے یہ سمرن ہی ملی تھی آپ کو؟" رضی نے شرارت سے کہا تو حمزہ نے بیچارا سامنہ بنالیا اور ٹھنڈی آہ بھر کر گویا ہوا۔

"بس یار! میرا نصیب۔"

"حمزہ بھائی'میں سمرن کو بتادوں گی کہ آپ ہر کسی سے اس کے خلاف باتیں کرتے پھرتے ہیں۔" ربیعہ نے تڑپ کر کہتے ہوئے سمرن سے اپنی وفاداری نبھائی۔

"ہر کسی سے نہیں ربیعہ! ہم تو حمزہ کے اپنے ہی ہیں۔اسے اپنے دکھ کہہ لینے دو' پھر میں خود ہی اس کے دکھوں کا مداوا کرلوں گی۔سمرن کو انوالو کرنے کی ضرورت کیا ہے؟" ایمان اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بڑے نرم لہجے میں بولتی حمزہ کے قریب آئی اور اس کا کان پکڑ لیا۔

"ایمان جی! ایمان جی! پلیز میرا کان چھوڑیں یار۔بھلا سمرن کے خلاف اب کچھ کہہ سکتا ہوں میں۔"

"پھر بھی بول رہے ہو اس کے خلاف۔سوبار سمرن سے سوری کرو پھر کان چھوڑوں گی۔"

"ہاں ہاں سمرن سے سوری کرنے کے لئے تیار ہوں میں۔لے چلیں مجھے اس کے پاس۔"وہ فوراً اٹھنے لگا۔

"موقع سے فائدہ اٹھانا تو کوئی تم سے سیکھے بے ایمان۔" ایمان مصنوعی خفگی سے بولی۔ربیعہ اور رضی حمزہ کے برے برے منہ بنتے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

"بے ایمان نہیں ہوں آپ پوری کی پوری ایمان جی ہیں اس وقت میرے پاس پھر میں بے ایمان ہوسکتا ہوں۔اب تو کان چھوڑدیں بہت درد ہو رہا ہے۔" حمزہ بیچارگی سے بولا۔

"چلیں بس کریں ایمان جی'میرا خیال ہے انہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے۔" ربیعہ کو حمزہ کی حالت پر رحم سا آگیا تو ایمان نے اس کا کان چھوڑ دیا۔

"چلو ربیعہ کا شکریہ ادا کرو' ورنہ میں تمہاری اچھی طرح طبیعت صاف کردیتی۔ ابھی تو انگیجمنٹ بھی نہیں ہوئی اور تمہارا یہ حال ہے جب..."

"فار گاڈسیک ایمان جی! آپ تو سیریس ہو گئیں۔میں تو مذاق کررہاتھا اور طبیعت میری نہیں کسی اور کی مکدر ہے۔جائیے ان کی طبیعت صاف کریں یا ان کے دکھوں کا مداوا کریں۔یہ آپ کا مسئلہ ہے۔" حمزہ اسی طرح مذاق

کے انداز میں بول گیا لیکن ایمان کے لئے اس کے الفاظ میں چھپا مفہوم سمجھنا مشکل نہ تھا۔اس کے چہرے کا رنگ بھک سے اڑ گیا۔

"اور یہ تم دونوں کیا فارغ بیٹھے ہو۔سعدیہ بجو بلا رہی تھیں تمہیں ربیعہ' اور تم بھی جاؤ رضی۔آج عزت مآب حمزہ عباس جعفری کی رسم منگنی ہے اور تم لوگ فارغ نظر آرہے ہو۔" حمزہ کے کہتے ہی ربیعہ اور رضی اٹھ کر چلے گئے کیونکہ سمرن کے سوا حمزہ سے اختلاف کرنے کی عادت اور کسی کو نہیں تھی۔

"آپ بھی جائیے ایمان جی! آپ کا انتظار ہورہا ہوگا۔" حمزہ اس کے سامنے کھڑا ہوتے ہوئے آہستگی سے بولا۔ایمان کے ذہن میں ایک لمحے میں جانے کتنے خیالات کھلبلی مچانے لگا۔حمزہ کا انداز خاصا پراسرار تھا کہ اسے لگا کچھ غیر متوقع ہونے والا تھا۔

"شاید وہ بہت در نکل گیا ہے۔واپسی کا راستہ سامنے ہے لیکن وہ واپس نہیں آنا چاہتا۔شاید وہ واپس آچکا ہے' لیکن اسے اپنی واپسی پراعتبار نہیں آرہا۔میں اسے ہمیشہ سمجھتا رہا ہوں لیکن آج وہ آپ پر منکشف ہونا چاہتا ہے۔" ایمان کی سوالیہ نظروں پر حمزہ نے وضاحت کرڈالی لیکن اس کے الفاظ اتنے الجھے

ہوئے تھے کہ اس کے جانے کے بعد تک ایمان سر جھکائے سوچتی رہی کہ وہ جو کہہ گیا ہے اس کا مفہوم کیا تھا۔

"تو نورالایمان احمد! عون عباس جعفری کی محبت نے تمہیں اتنا اندھا کردیا ہے کہ تمہیں سامنے کی حقیقت نظر نہیں آتی، فیصلے کی گھڑی آپہنچی ہے تو ساکت کیوں ہو رہی ہو؟ حمزہ سے اور اماں سے کئے وعدے نبھانے کا وقت آیا ہے تو تم ڈر گئی ہو۔یہی تو وہ وقت ہے جب تمہیں عون عباس جعفری پر ثابت کرنا ہے کہ محبت کسے کہتے ہیں، یہ کتنا عظیم اور کھرا جذبہ ہے۔اپنے بڑے سے بڑے نقصان کے عوض جو دل صرف محبوب کی خوشی مانگے وہی سچا دل ہے۔آج تمہیں یہ بتانا ہے اسے اور یہ اعتبار تم اسے لرزتے قدموں اور لڑکھڑاتی زبان کے ساتھ کیسے دے سکتی ہو؟ تمہیں رونا ہے تو اکیلے رونا، اسے بس مسکراہٹیں دو کہ آنسو تو اس کے پاس پہلے ہی بہت زیادہ ہیں۔"

عون کے کمرے تک آتے ہوئے وہ خود کو دلاسہ دیئے جارہی تھی۔اس پر آنے والے وقت کا خوف بری طرح سوار تھا۔دل بری طرح سہما ہوا تھا۔

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے دروازے پر دستک دی۔پتا نہیں آنے والا وقت کیا کھیل کھیلنے والا تھا۔

"آؤ ایما! تمہیں دستک دے کر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" عون کی مہربان آواز نے اس کے اندر توانائی سی بھردی۔یوں جیسے کڑی دھوپ میں اچانک کسی نے سر پر سایہ کردیا ہو۔اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا اور اندر آگئی۔

"آپ نے بلایا؟"

"میں نے بلایا تبھی تو آئی ہو تم، ورنہ کب آتی ہو تم میرے کمرے میں۔" ایمان نے اس کے شکوے پر سر اٹھا کر دیکھا۔وہ اپنی جگہ چور سی بن گئی۔ بکھرے بالوں، چہرے پر ڈھیروں تھکن لئے اور سنہری آنکھوں میں دکھوں کی پرچھائیاں لئے وہ ہمیشہ والے سوٹڈ بوٹڈ عون سے قطعی مختلف لگ رہا تھا۔

"بیٹھو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عون دوسری طرف منہ پھیر کر کچھ سوچنے لگا۔ایمان کی اندر تک اترتی نظروں سے اسے الجھن ہو رہی تھی۔ایمان صوفے پر بیٹھنے کی بجائے کشن اٹھا

کر قالین پر ہی بیٹھ گئی۔اور پھر اک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ تمام ہتمیں مجتمع کرتے ہوئے گویا ہوئی۔

"کہئے اتنے اپ سیٹ کیوں ہیں آپ؟" اس کے سوال پر عون نے چونک کر اسے دیکھا پھر اسے نیچے بیٹھا دیکھ کر کچھ کہتا کہتارک گیا۔

"تم نیچے کیوں بیٹھ گئیں؟"

"اٹس اوکے۔میں یہاں ایزی ہوں۔"

"نو از ناٹ اوکے۔تمہاری یہ جگہ نہیں ہے۔اوپر بیٹھو۔" عون کے اس قدر احترام سے کہنے پر ایمان کی آنکھوں کے کانچ دھندلا سے گئے۔

"نہیں عون! اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔میں کوئی پرائم منسٹر تو نہیں ہوں۔"

"پرائم منسٹر نہیں ہو لیکن میری دوست تو ہو۔اور دوستوں کی جگہ..."

"دل میں ہوتی ہے' میرے دوست'تمہارے دل میں میری کیا جگہ ہے؟"

عون کا فقرہ شرارت سے مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے سوال بھی کرڈالا تو عون ایک لمحے کے لئے چپ سا ہو گیا پھر صوفے سے اٹھ کر اس کے

برابر آبیٹھا اوراس کے ہاتھ کسی مقدس شے کی طرح تھام لئے پھر اس کی آنکھوں کے کانچ میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے گہرے لہجے میں گویا ہوا۔

"میری دوست میرے دل میں تمہاری جگہ خدا کے بعد آتی ہے۔میرے دل میں تمہاری جگہ اتنی ہی ہے جتنا میرا دل ہے۔یعنی صرف تم اور صرف تم ہی ہو۔میری دوست! تم نے سچائی سے مجھے دوستی کامفہوم سمجھایا ہے۔تم مجھے یقین اعتبار اور اپنی ہمت کہتی ہو' اور میں' میں بس تمہیں دوستی کہتا ہوں۔ میری دوست! کیادوستی سے بڑھ کر بھی کوئی رشتہ ہوگا؟ اس مقام سے اونچا مقام کس کاہوگا تمہارے دوست کے دل میں؟" پتا نہیں عون کسے دلاسہ دے رہا تھا خود کو یا ایمان کو لیکن کچھ ٹھہراؤ ساتھا جو یکبارگی شوریدہ جذبات میں آگیا تھا۔ایمان تو جیسے الفاظ سے رشتہ ہی توڑ بیٹھی تھی۔وہ بے خود بیٹھی خود سے کچھ فاصلے پر موجود ان سنہری آنکھوں کو دیکھے جارہی تھی جن کی سنہری روشنی اسے خیرہ کرگئی تھی لیکن آج وہ کس قدر بجھی بجھی سی لگ رہی تھیں کس قدر خوف اور بے چینی ہلکورے لے رہا تھا ان میں۔وہ ہر لمحہ پرسکون رہنے والی روشن سنہری آنکھیں اک محشر بپا کئے ہوئے تھیں اور عون عباس جعفری

کی آنکھوں سے ہویدا طوفان اسے شکست دے گیا۔اس نے اپنے ہر ڈر' ہر پریشانی سے بے نیاز ہو کر بس ان آنکھوں کو پھر سے جگمگاتی روشنیوں سے بھر دینے کا عزم کرلیا۔

"جب میرے دوست نے مجھے اتنا اونچا مقام دے دیا ہے تو وہ یہ درد بھی مجھے ہی کیوں نہیں دے دیتا جو اس کی روشن آنکھوں کو بے نور کرتا جارہا ہے؟ میں اپنے دوست کے سارے آنسو رو لوں گی' کیونکہ میرے دوست کی آنکھوں میں سجی خوشی سے بہت سے دلوں کی دھڑکن وابستہ ہے۔" ایمان نے گلوگیر لہجے میں کہا تو عون نے سر اٹھاتے ہوئے اک گہری سانس لی اور ایمان کے دونوں ہاتھ اپنے دل پر رکھ لئے۔ایمان کی ساری جان ان دو ہاتھوں میں سمٹ آئی اسے لگا یہ دو ہاتھ جو عون عباس جعفری کی گرفت میں ہیں'ان کے سوا اس کا سارا جسم مردہ ہوچکا ہے۔

"تقدیر نے میرے ساتھ ایسا مذاق کیا ہے کہ مجھے اپنے آپ پر بھی اعتبار نہیں رہا۔لیکن تم پر تمہارے اعتبار پر مجھے اتنا ہی اعتبار ہے جتنا اس دل کے

دھڑکنے پر' جتنا اپنی سانسیں چلنے پر' لیکن اگر میری دوست میری سچائی پر یقین نہیں کرے گی تو شاید' نہ یہ دل دھڑکے... اور نہ یہ سانسیں۔"

"عون!" ایمان نے تڑپ کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔عون نے سٹپٹا کر اس کی آنکھوں سے جھر جھر بہتے آنسوؤں اور کپکپاتے ہونٹوں کو دیکھا اور بس۔ساری حقیقتیں' ساری سچائیاں ان آنکھوں کے شفاف آئینوں کے سامنے دھندلا گئیں۔اس نے ہاتھ بڑھا کر چاندنی سے دھلے سفید گالوں سے آنسو صاف کرنا چاہے لیکن ایمان جیسے کسی جادو کے اثر میں تھی اس نے عون کے ہاتھ کو آنکھوں پر رکھتے ہوئے اتنے آنسو بہائے کہ عون گنگ سا اسے دیکھے گیا۔ اس نے نہ تو اسے چپ کرایا اور نہ ہی اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑایا۔کچھ عجیب سا احساس تھا جو اس کے روم روم میں سحر کی طرح اترتا جارہا تھا۔اس کے مضبوط ہاتھ پر ان آنکھوں سے بہنے والے گرم آنسو گر رہے تھے اور اسے اپنا آپ پگھلتا محسوس ہو رہا تھا۔عون کو لگ رہا تھا اس کے آنسو ساری تلخیاں' سارے غم اپنے ساتھ بہائے لے جارہے ہیں۔عون مسحور سا اس کی طرف جھکا اور اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے اونچا کیا۔اس لمحے

سے پہلے کبھی کوئی اتنا خوبصورت لمحہ اس کی زندگی میں نہیں آیا تھا۔اس کی آنکھوں کے کانچ آنسوؤں کے باعث دھندلے ہو رہے تھے لیکن ان میں ڈولتے سرخ ڈورے انہیں اتنا حسین بنا رہے تھے کہ عون سے خود پر ضبط پانا مشکل ہو گیا۔

"میری دوست نے اپنا وعدہ پورا کرلیا۔میں نے تو اسے اپنے غم بانٹنے کے لئے بلایا تھا لیکن اس نے بنا سنے ہی میرے سارے غم رو ڈالے۔اب بس کرو۔میرے نام کے آنسو ان آنکھوں میں بہت سج رہے ہیں۔لیکن جب یہ لب مسکراتے ہیں' ان گالوں میں بھنور پڑجاتے ہیں تو ان آنکھوں کے کانچ زیادہ خوبصورت لگتے ہیں۔میں نے پہلے بھی کہا تھا تم ہنستی اچھی لگتی ہو ایما!" گمبھیر لہجے میں کہتا وہ ایمان کے آنسو بھی صاف کرتا جارہا تھا۔ایمان کو اس لمحے اپنا آپ ساری دنیا سے قیمتی لگا۔دوستی کا اقرار کرکے ہی سہی۔وہ اس کے لئے اپنے شدید جذبوں کا اظہار تو کررہا تھا اور محبت کا اقرار تو شاید وہ کبھی بھی زبان سے نہ کرتا۔ایمان کے لئے تو اس کے نرم لہجے سے پھوٹتے جذبوں کا احساس ہی بہت تھا۔اس کے لمس سے محسوس ہوتی اپنائیت بتاتی تھی کہ

صرف وہی دوستی کو بھلائے محبت کی سمت گامزن نہیں ہے بلکہ عون بھی اس کا ہمسفر ہے۔عون کے الفاظ اسے ہواؤں میں اڑا رہے تھے لیکن آخر میں اس کے "ایما" کہنے پر ایمان منہ کے بل زمین پر آگری۔اس نے شکوے سے سر اٹھایا۔

"عون! آخر آپ مجھے مکمل ایمان کیوں نہیں کہتے؟" آج بھی اس کے سوال میں پہلے دن کی سی الجھن اور پریشانی تھی۔اس کے سوال پر عون کی ساری شگفتگی ہوا ہو گئی۔تمام لفظ ہونٹوں پر آنے سے

نکاری ہو گئے۔

"آج میں تمہیں بتادوں گا کہ کیوں نہیں یہ نام میرے ہونٹوں سے ادا ہوپاتا۔" بہت سے لمحوں کی خاموشی کے بعد عون نے کہا۔

"حمزہ! تمہارا دوسرا خیال شاید ٹھیک تھا۔وہ واپس آگئے ہیں اور ان کی واپسی کا اعتبار میں بنوں گی' اٹس اے پرامس۔" عون کے بولنے کا انتظار کرتے ہوئے اس نے حمزہ سے ایک اور وعدہ کیا اور تمام حسیات سمیت عون کی سمت متوجہ ہو گئی۔

محبت چار حرفوں کا صحیفہ ہے۔

محبت ’’میم‘‘ سے ہے مرگ ’’ح‘‘ سے حادثہ بھی ہے۔

یہ ’’ب‘‘ سے بے کلی اور ’’ت‘‘ سے تاج کانٹوں کا۔

اگر یہ مرگ ہے تو مرگ سے کس کو مفر سوچو

جو اس کو حادثہ جانو تو اس سے کون بچ پایا

ہے ’’ب‘‘ سے بے کلی تو بے کلی سانسوں پہ حاوی ہے

اگر ہے تاج کانٹوں کا تو جس سر پر بھی سجتا ہے

وہ سر تن پہ نہیں رہتا

محبت خون میں ڈوبا ہوا ایک دشت ہے‘ گہری اداسی ہے۔

محبت ہے دعا جیسی‘محبت کربلا سی ہے۔

زندگی میں کبھی کوئی ایسا غم نہیں تھا جو اسے کمزور کرتا یا اس کی قوت فیصلہ کی مضبوطی میں کمی لاتا۔اس نے جب جو چاہا اسے بلا حیل وحجت مل گیا۔تو پھر کیوں نہ اک غرور‘ سب کچھ ہونے کا زعم اسے سب سے منفرد کردیتا۔

’’بھیا جی! ایک اور لڑکی بھی ہے میری نظر میں‘ ارے نظر میں کیا‘ میں تو اس کی تصویر بھی لائی ہوں۔یہ دیکھیں‘ کتنی پیاری ہے...‘‘ سعدیہ بجو نے حسب عادت ایک تصویر اپنے پرس سے نکالی تو جہاں عون برا سامنہ بنا کر رہ گیا وہیں حمزہ کا قہقہہ سب کو اپنی طرف متوجہ کر گیا۔

’’سعدیہ بجو! آپ کب سمجھیں گی یار کہ یار ماماجی کو ابھی کوئی لڑکی پسند نہیں آئے گی۔کیونکہ وہ ابھی شادی کے موڈ میں ہی نہیں ہے۔‘‘

’’موڈ کی بھی خوب کہی تم نے میاں! ارے کتنے برس ہوگئے اس لڑکے کو اپنی من مانی کرتے۔ہمیشہ اپنی پسند سے سبجیکٹ لئے۔میں اسے ڈاکٹر بنانا چاہتی تھی۔اس کے بابا اسے بزنس مین کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے اور ان کا موڈ نہیں تھا یہ دونوں خواب پورے کرنے کا اس لئے پولیس فورس جوائن کرلی۔‘‘

’’افوہ‘ ڈاکٹر عالیہ کب تک بگڑیں گی آپ میرے پولیس فورس جوائن کرنے پر اب بھول بھی جائیے اس بات کو۔اب تازہ مسئلہ تو یہ ہے میری عمر بیتی جارہی ہے اور میں شادی کرنے پر تیار نہیں ہو رہا اس پر ڈانٹیں ناں۔‘‘ عون

نے اماں کی توپوں کا رخ سنجیدہ موضوع کی طرف مڑتے دیکھ کر جلدی سے تازہ مسئلہ یاد دلایا جس پر وہ مزید تپ گئیں۔

"ہوں تازہ مسئلہ بھی تو اسی تمہاری پولیس فورس کی وجہ سے باسی ہو رہا ہے۔ مدت سے ارمان ہے میرے بٹو کے سر پر سہرا سجے۔بیٹیاں تو کب کی بیاہی گئیں اب بہو گھر آئے تو کچھ رونق ہو۔"

"فار گاڈ سیک اماں! رونق کی تو آپ بات ہی نہ کریں۔کونسی آپ کی بیاہی بیٹیاں اپنے گھروں میں رہتی ہیں ہر وقت اور یہ آپ کی بیٹیوں کی فوجیں۔"

"حمزہ بھائی! ڈونٹ فار گیٹ! آپ بھی اماں کی ایک بیٹی کی فوج کا حصہ ہیں۔"

سمرن نے موقع کی سنجیدگی سے بے نیاز ہو کر فوراً صدائے احتجاج بلند کی اور عون نے سکھ کا سانس لیا کہ سمرن کا جھگڑا جلد ختم ہونے والا نہیں تھا۔

"جی نہیں میں نے تو بچپن میں ہی اس فوج کو چھوڑ دیا تھا۔ہم تو اب شہزادے ہیں۔چھوٹے شہزادے' اپنے اس محل کے اور تم سب بھانجا پارٹی میری رعایا ہو۔"

"دیکھیں حمزہ بھائی۔"

"شٹ اپ سمرن! ہم سب اس وقت بہت سیریس موضوع ڈسکس کر رہے ہیں۔بہتر ہو گا بھائی سے بدتمیزی کرنے کی بجائے تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

صدف بجو نے حسب عادت حمزہ کے لئے جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ڈانٹا تو وہ پاؤں پٹختی باہر نکل گئی اور عون پھر سے سیدھا ہو بیٹھا۔اسے سمرن کے اتنی جلدی میدان چھوڑنے پر بڑا افسوس تھا اسے علم تھا موضوع گفتگو اب پھر سے

پلٹ کر اس پر آئے گا۔

"تو بھیا جی! آپ بتاتے کیوں نہیں آپ چاہتے کیا ہیں؟ ہم جو لڑکی دکھاتے ہیں آپ اسے ریجیکٹ کر دیتے ہیں۔پھر آپ ہی بتائیے آپ کو کیسی لڑکی چاہئے؟" زنیرہ بجو نے اس کے مسلسل انکار سے یہی سمجھا کہ وہ کسی کو پسند کر چکا ہے۔بس بتانے سے ہچکچا رہا ہے۔لیکن عون کا نفی میں ہلتا سر انہیں مایوس کر گیا۔

"میں کوئی ٹین ایجر تو نہیں ہوں زنیرہ بجو کہ آئیڈیل بنا بنا کر آپ کو بتاؤں۔ جب وقت آئے گا تو خود ہی سب ہوجائے گا۔" عون نے لاپروائی سے کہتے ہوئے بات ختم کرنا چاہی لیکن اس کے علاوہ سب کی دلچسپی کا باعث یہی موضوع تھا۔

"اور یہ وقت کب آئے گا بھیا جی! ہم پاگلوں کی طرح ہر طرف لڑکیاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔لوگوں کے سامنے کہتے ہیں ہمارے بھیاجی اتنے خوش اخلاق ہیں' بہت کیئرنگ ہیں' اورآپ مہینوں سالوں بعد کسی پارٹی فنکشن میں جاکر اتنا روڈ لی بی ہیو کرتے ہیں کہ ہماری ساری تعریفیں اکارت ہوجاتی ہیں۔" نائلہ بجو نے بھی اپنی شکایت اس کے سامنے رکھی تو وہ ہنس دیا۔

"یار! یہ ہر بار آپ لوگ غیروں کی شکایتیں لے کر کیوں بیٹھ جاتے ہو؟ آپ سب مجھے اتنا بتائیں میرے کسی رویئے سے آپ لوگ ٹینس ہوتے ہیں؟ یا میں گھر میں کسی سے روڈ ہوا ہوں آج تک۔ کیونکہ مجھے پتا ہے میرے گھر کی ہر محبت سچی ہے' کہیں کوئی جھوٹ یا فریب نہیں۔اور یہ آپ کی پارٹیز' صرف جھوٹ ہی تو ہوتی ہیں ہر کوئی اپنے آپ کو برتر ثابت کرنے کے چکر میں

باؤلا ہو رہا ہوتا ہے۔آپ کو پتا ہے بجو! میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' تو پھر میں کیسے ان فریبی لوگوں کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کروں؟ لوگ سمجھتے ہیں مجھے مغرور تو سمجھتے رہیں۔اور میں مغرور کیوں نہ ہوں بھلا۔جسے اتنے پیار کرنے والے ہوں اس کے لئے مغرور ہونا تو ضروری ہوتا ہے ناں۔آپ بس کریں یہ سب سمیٹیں... مجھے بہت بھوک لگی ہے۔"

"دیکھ رہی ہیں اماں! کس چالاکی سے یہ شادی کے ذکر کو گول کرگئے ہیں۔" سارہ بجو جو کافی دیر سے چپ بیٹھی تھیں اس کے موضوع بدلنے کی کوشش کو ناکام بنا گئیں تو اس نے روٹھ کر انہیں دیکھا۔

"موضوع کیوں نہیں بدلے گا یہ۔کتنے برسوں بعد خدا نے ایک بیٹا دیا تو وہ بھی ایسا جسے ہمارے خوابوں کی کوئی پروا ہی نہیں۔اور ہو بھی کیوں' اکلوتا جو ہے اپنی بات منواسکتا ہے۔" اماں کے اتنا کہتے ہی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو عون کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ تیزی سے اٹھا اور ان کے قدموں میں آن بیٹھا۔

"او ہ گاڈ! اتنی بدگمانی، مائی ڈیئرسٹ ڈاکٹر عالیہ! پلیز آپ کا بیٹا بھلا آپ کا دل دکھا سکتا ہے۔اس دنیا میں آپ سے پیارا کوئی نہیں لگتا مجھے۔مائی لونگ اماں! میری ایک پرابلم ہے، میں اکلوتا ضرور ہوں اماں لیکن میں اکیلا نہیں ہوں، مجھے اس بات کا احساس ہے کہ پولیس فورس جوائن کرکے میں نے آپ کو ہرٹ کیا ہے لیکن میں نے ایسا تب ہی کیا تھا جب آپ نے مجھے اجازت دی تھی پھر آپ، آپ مجھے اس طرح کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

"میں تو صرف اتنا چاہتی ہوں کراچی جانے سے پہلے کم از کم تمہاری انگیجمنٹ ہوجائے۔پتا نہیں کیوں تم اتنی دور جارہے ہو تو دل میں وہم سے اٹھتے ہیں۔" اماں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے ہوئے محبت سے کہا۔عون ان کا ہاتھ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے گویا ہوا۔

"ڈاکٹر عالیہ! کتنی پگلی اماں ہیں آپ۔میں کراچی جارہا ہوں کوئی سات سمندر پار نہیں۔میں نے کہاناں، میں اکلوتا ضرور ہوں مگر اکیلا نہیں۔تو آپ اس کا مطلب نہیں سمجھیں اماں! اتنے بڑے فیصلے اتنی جلدی نہیں کئے جاتے۔میں جب سے پیدا ہوا ہوں۔میں نے اس گھر میں صرف محبت ہی محبت دیکھی

ہے۔کبھی کوئی رشتہ، دوسرے رشتے کے لئے تکلیف دہ نہیں بنتا، تو کیا ایسے گھر کو میں کسی جلدبازی کی نظر کردوں۔آپ نے اب تک جتنی لڑکیاں مجھے دکھائی ہیں وہ خوبصورت ہیں، پڑھی لکھی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک لڑکی بھی اس گھر کے فریم میں فٹ نہیں آتی، مجھے ایسی لڑکی سے شادی کرنا ہے جو اس گھر کو حصوں میں نہ بانٹ دے۔جو آپ سب کی محبتوں کی اتنی ہی قدر کرے جتنی میں کرتا ہوں۔خوبصورت چہرہ، میری پرابلم نہیں ہے، خوبصورت دل والی چاہئے مجھے۔اور وہ جب تک نہیں ملتی، ہم سب کو صبر سے انتظار کرنا ہوگا۔کیوں بجو! کیا کراچی جانے سے پہلے ایسی لڑکی ملے گی؟" اس نے آج تفصیلاً ان سب پر اپنی سوچ واضح کردی تھی۔اپنی بات کے اختتام میں اس نے شرارت سے سعدیہ بجو سے پوچھا تو اماں کی طرح ان کی آنکھوؤں سے بھی آنسو جاری تھے۔عون نے حیرت سے انہیں دیکھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔کیونکہ باقی سب لوگوں کی بھی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔اسے تو اماں کو چپ کروانا مشکل ہو رہا تھا اور اب سب بہنیں بھی آنسو بہارہی تھیں۔

"ادھر آئیں سب میرے پاس۔" اس نے بانہیں پھیلا کر ان سب کو بلایا تو وہ پانچوں روتی ہوئی اس کے بازوؤں میں آسمائیں۔

"یار! بہت ہی بری بات ہے۔یوں رو رو کر آپ یہ ثابت کررہی ہیں کہ آپ کو اپنے بھیاجی پر اعتبار نہیں۔یہ تو کھڑا ہے کراچی اور پھر دو ماہ کی تو بات ہے۔پھر یہیں ٹرانسفر ہوجائے گا۔ہفتے میں دوبار آیا کروں گا اور فون بھی روزانہ کروں گا۔" وہ ان سب سے چھوٹا تھا لیکن اس وقت وہ یوں انہیں بہلا رہاتھا جیسے بڑے' بچوں کو طرح طرح کے لالچ دے کر بہلاتے ہیں کیونکہ وہ جانتاتھا کہ ان سب کی اس میں جان ہے اور اپنے طور پر وہ کسی کا دل دکھانے کا سوچ بھی نہیں سکتاتھا۔اگر وہ جانتا کہ اس کا کراچی جانا ایک بہت بڑا عذاب لانے والا ہے تو وہ اس ٹرانسفر کو رکوانے کی ہر ممکن کوشش کرڈالتا۔لیکن تقدیر پر کس کا بس چلتا ہے۔

وعدے کے مطابق دو دن تو اس نے فون کرکے سب سے بات کی یہ بات اس لئے بھی اسے یاد رہی کہ بابا نے کراچی جانے کے لئے اسے اسپیشلی

موبائل فون لے کر دیاتھا جس کااستعمال اس نے گھر کال کرکے ہی کیا ورنہ تو اسے فون سے شدید چڑ تھی وہ ہمیشہ کہتاتھا۔

"فون سے بدتر کوئی ایجاد سائنس کی نہیں ہوسکتی۔فون پر آواز تو سنائی دیتی ہے لیکن شکل نظر نہیں آتی۔انسان کے دل میں تشنگی پیدا ہوجاتی ہے کہ آواز سن رہے ہیں کاش شکل بھی دیکھ لیتے۔" یہ اس کی اپنی تھیوری تھی۔دوسرے اس بارے میں کیا سوچتے ہیں اسے پروا نہیں تھی وہ تو لوگوں کو لمبی لمبی فون کالز کرتے دیکھ کر حیران ہوتاتھا۔کراچی آکر بھی وہ صرف گھر والوں کی تسلی کے لئے موبائل ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا لیکن تیسرے دن ہی سب کو اس کی الجھن کا احساس ہوگیا۔اس لئے روز اسے سب کے ای میل موصول ہونے لگے جنکی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود وہ ایک ایک کو ضرور جواب دیتا۔آفس سے واپس آکر بس اسے یہی کام ہوتا تھا۔اس روز بھی وہ فرصت سے کمپیوٹر کے سامنے آکر بیٹھا ہی تھا کہ دروازے پر ہوتی بیل پراسے اٹھنا پڑا۔لیکن دروازے پر موجود شخصیت نے اسے لرز اکر رکھ دیا۔اس کے سامنے حیدر کاظمی ایستادہ تھا۔عون نے ایک لمحے کے لئے خود کو یقین دلانا چاہا

یہ حقیقت نہیں اس کا وہم ہے لیکن حیدر کاظمی بڑی بے رحمی سے اسے دھکا دے کر اندر داخل ہوا تو اسے حقیقت کی سنگینی کا بھرپور احساس ہوا۔

"دیکھو حیدر! تم۔"

"میں نہیں تم سنو۔گریٹ عون عباس جعفری! تم نے کیا سمجھا تھا۔تم کراچی میں دندناتے پھروگے اور حیدر کاظمی کو خبر تک نہ ہوگی۔ہاں ظاہر ہے تم ایک رئیس آدمی ہو تمہیں اپنے بارے میں خوش فہمیاں تو ہوں گی ناں۔لیکن حیدر کاظمی کے لئے تم کسی خوش فہمی میں مت رہنا۔"

"فار گاڈ سیک میری بات تو سنو۔" عون ملتجی لہجے میں بولا اسے حیدر کاظمی کے تیوروں سے اندازہ ہو رہاتھا اس کی کتنی درگت بننے والی ہے۔

"ہوں اب کہنے سننے کو کچھ نہیں بچا تم اپنے انجام کی سوچو گریٹ عون عباس جعفری۔" حیدر کاظمی کھردرے لہجے میں کہتا عون کے بیڈروم کی طرف بڑھا تو عون بھی تیزی سے اس کے پیچھے آیا وہ وارڈروب کھولے عون کے کپڑوں کو بیڈ پر پھینکتا جارہاتھا۔عون چپ چاپ اسے ایک کونے میں کھڑا دیکھتا رہا۔ کیونکہ جانتاتھا اب وہ حیدر کاظمی کے رحم و کرم پر ہے۔وارڈروب سے تمام

کپڑے نکالنے کے بعد وہ کسی چیز کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا آخر اس نے بیڈ کے نیچے سے اٹیچی کیس نکالا اور کپڑے اس میں ٹھونسنے لگا۔

"یہ کیا کررہے ہو تم؟"

"میں تمہیں کڈنیپ کررہا ہوں گریٹ عون عباس جعفری۔کیونکہ میری لواسٹوری نے تمہارے سنگین جرم کی یہی سزا مقرر کی ہے۔اور میں کسی کی بات بھی ٹال سکتا ہوں لیکن اپنی لو اسٹوری' اپنی وائف اپنی سویٹ ہارٹ کی نہیں۔" اٹیچی کیس کھٹ سے بند کرتے ہوئے حیدر کاظمی نے کہا اور اس کے لہجے کی مضبوطی نے ہی عون کومعاملے کی سنجیدگی کااحساس دلادیا۔حیدر کاظمی جس طرح آندھی طوفان کی طرح آیا تھا ویسے ہی اٹیچی کیس اٹھا کر باہر نکل گیا۔اور اب عون کو پتا تھا اسے کیا کرنا ہے۔اس نے اسٹڈی روم میں آکر کمپیوٹر آف کیا اور پورا گھر لاک کرکے باہر آگیا جہاں حیدر کاظمی اپنی گاڑی میں اس کا منتظر تھا۔عون کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی چلادی۔عون بے بس نظروں سے باہر تیزی سے گزرتے مناظر کو دیکھتا رہا۔اس نے ایک بھی لفظ بولنے سے گریز کیا کیونکہ جانتا تھا اب حیدر کاظمی اس کی کوئی تاویل نہیں سنے

گا۔گاڑی حیدر کاظمی کے عظیم الشان بنگلے کے پورچ میں رکی لیکن گاڑی سے اترتے ہوئے عون اپنے چہرے پر جتنی معصومیت لاسکتا تھا لے آیا۔کیونکہ اسے پتا تھا حیدر کاظمی کے چنگل سے وہ معصومیت کا استعمال کرکے ہی چھوٹ سکتا ہے۔حیدر کاظمی کی رنگ انگلی پر گھماتا آگے آگے چل رہا تھا اور عون مجرموں کی طرح سر جھکائے پیچھے پیچھے۔سنٹرل ڈور کھول کر اندر داخل ہوتے ہی عون ٹھٹک کر رک گیا۔اس کے عین سامنے حیدر کاظمی کی لو اسٹوری یعنی حنا کاظمی اسے قہر برساتی نظروں سے گھور رہی تھی اور اسی کے سامنے تو عون کو اپنے فن کا مظاہرہ کرنا تھا۔

"مجھے پتا ہے حنا! مجھ سے کتنی بڑی غلطی ہوگئی ہے۔میں آنا چاہتا تھا مگر۔"

"مگر تم بھول گئے کہ یہاں تمہارا کوئی دوست حیدر کاظمی'اور اس کی اکلوتی لو اسٹوری حنا بھی رہتے ہیں۔تم ایک مشہور آدمی ہو۔اخباروں میں ٹی وی پر دیکھتے ہی تو رہتے ہیں تمہیں'پھر تمہیں ہم جیسے دوستوں سے مل کر بھلا کیا کرنا تھا۔ظاہر ہے تمہارے پاس اتنے کام ہیں' میٹنگز' کیسز' مجرم اور تم یہاں ہم سے ملنے تو آئے نہیں ہو' کانفیڈینشل ٹور ہے سو ہم سے مل کر تمہیں

زمانے بھر میں اشتہار تو نہیں لگوانے ناں۔" حنا کاظمی کے زہر میں بجھے تیر سیدھے دل پر اثر کرتے اگر عون کا دل مضبوط نہ ہوتا۔

"حنا! کیسی بات کر رہی ہو۔تمہارے اور حیدر کے لئے میں میں ایسا سوچوں گا؟ تم دونوں میرے بہترین دوست ہو یار! اور تم حنا! تم میرے لئے اتنی بدگمانیاں پال لوگی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔آخر اس حیدر نے تمہیں میرے خلاف کر ہی دیا ناں۔تم بدل گئی ہو حنا! میرا دل مان ہی نہیں رہا۔یہ میری وہی دوست حنا کاظمی ہے جس نے ہمیشہ مجھ پر بھروسہ کیا لیکن آج تم حیدر کی باتوں میں آکر مجھ پر شک کر رہی ہو۔"

"ایکٹنگ تو دیکھو اس کی لو اسٹوری' پوچھو اپنے اس سو کالڈ فرینڈ سے' کیا یہ ایک فون بھی نہیں کرسکتا تھا؟" عون کے دلگیر الفاظ سے حنا کو متاثر ہوتے دیکھ کر حیدر تڑپ کر بولا تو حنا نے ایک بار پھر عون کو گھور کر دیکھا۔

"حنا! تم جانتی تو ہو' مجھے فون سے کتنی الرجی ہے۔میں پہلی فرصت میں تم لوگوں سے ملنے آنے والا تھا۔میں نے سوچا پہلے کوئی دو چار مجرم شجرم پکڑ لوں

پھر تم سے ملوں گا مجھے پتا ہے ناں' ایک تم ہی ہو جو میری کامیابیوں پر خوش ہوتی ہو۔" عون نے یقین دلانے والے انداز میں کہتے ہوئے حنا کے ہاتھ پکڑ کر کہا تو وہ متذبذب سی حیدر کی طرف دیکھنے لگی۔

"شرم کرو لو اسٹوری! کل سے تو تم نے آسمان سر پر آٹھا رکھا تھا کہ عون ہم سے ملنے کیوں نہیں آیا۔اور اب ایک منٹ میں اس کی باتوں میں آگئی ہو تم یہ بتاؤ' ہماری شادی کے بعد کتنی دفعہ آیا ہے یہ ہم سے ملنے کے لئے۔ہم نے تو یونیورسٹی کی دوستی کو ایک دن نہیں بھلایا اور یہ ہمارا بیٹا بھی ہو گیا اور اس نے تمہیں وش تک نہیں کیا۔"

"ہاں' عون تمہیں ہمارے بیٹے کے لئے تو..."

"مجھے پتا تھا یہ دشمن ہمارے درمیان یہی لڑائی کروائے گا' بھلا حیدر اور حنا کے بیٹے کی مجھ سے زیادہ کسے خوشی ہوگی؟ میں اپنے سویٹ بے بی کے لئے ڈھیروں گفٹ لایا ہوں۔" عون نے اس بار حنا کو بولنے کا موقع نہ دیا اور حنا تو پہلے ہی سارا غصہ بھول چکی تھی۔اس بات پر مزید خوش ہو گئی اور عون اسے مسکرانے پر آمادہ دیکھ کر حیدر کو مزید جلانے کے لئے گویا ہوا۔

"اور یہی نہیں حنا! میں تمہارے لئے لاہور کی اتنی باتیں لے کر آیا ہوں' سب سناؤں گا لیکن پہلے کچھ کھلادو یار' بہت بھوک لگی ہے۔تین دن سے ہوٹل کا کھانا کھا کھا کر میں تو مرنے والا ہوں۔تم نے اچھا کیا جو حیدر کو بھیج کر مجھے بلوالیا ورنہ..."

"بس کرو فریبی! دھوکے باز میری لو اسٹوری کو بہت بہکالیا تم نے۔تم نے تو سارا قصہ یوں بدلا ہے جیسے تم لائے نہیں گئے اپنی خوشی سے آئے ہو۔" حیدر نے کھینچ کر حنا کا ہاتھ عون کی گرفت سے چھڑایا اور تڑخ کر بولا تو حنا ہنسنے لگی پھر فخریہ لہجے میں بولی۔

"یہی تو بات پسند ہے مجھے عون کی' ہر کسی کو ایک منٹ میں متاثر کردیتا ہے' اصل میں یہ ہے اتنا پیارا کہ..."

"شرم کرو لو اسٹوری! تم اپنے شوہر کے سامنے ایک غیر مرد کی تعریفیں کررہی ہو۔" حیدر کو حنا کا ایک لمحے میں پارٹی بدل لینے پر بڑا غصہ آیا تھا۔ لیکن عون اس عرصے میں آرام سے صوفے پر براجمان ہوچکا تھا۔کیونکہ جانتا تھا حنا مان گئی تو حیدر بھی مان ہی جائے گا۔بلکہ حنا اس سے منوالے گی۔

"غیر کیوں بھئی' عون سے زیادہ اپنا کون ہوگا؟ وہ لاہور کا ہے' غیر تو تم ہو جی! مجھے بھی اس کراچی میں بیاہ لائے۔سچ عون ایکدم دل نہیں لگا میرا یہاں۔" حنا عون کے ساتھ بیٹھتے ہوئے شکوہ کناں ہوئی۔

"اف' کتنی دکھی ہو تم اگر میں تم سے شادی نہ کرتا تو کوئی پوچھتا بھی نہیں تمہیں۔"حیدر نے بھی حنا کے خلاف محاذ آرائی کردی تو عون فوراً اس کے دفاع کے لئے گویا ہوا۔

"یہ تم جھوٹ بول رہے ہو حیدر! مجھے اچھی طرح یاد ہے ہماری کلاس کے اکثر لڑکے حنا پر مرتے تھے۔"

"ہاں'کہیں تم ان میں سرفہرست تو نہیں تھے' کہیں تم نے میری لو اسٹوری کی وجہ سے تو جوگ نہیں لے لیا؟" حیدر کے بے باک سوال پر عون نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور حنا نے کھاجانے والی نظروں سے حیدر کو گھورا۔

"ویسے حیدر! کیا میں شکل سے اتنا احمق لگتا ہوں؟" عون نے ہنستے ہنستے رک کر سنجیدگی سے حیدر سے پوچھا تو اس کے سوال کا مفہوم سمجھ کر حیدر اس کے

ہاتھ پر ہاتھ مار کر اتنی زور سے ہنسا کہ حنا کے غصے کا گراف آخری حد تک جا پہنچا۔

"تم دونوں کمینے ہو' میں ایسے ہی تم لوگوں کی باتوں میں آجاتی ہوں۔کوئی کھانا نہیں ملے گا تم دونوں کو۔ہنس ہنس کر ہی اپنا پیٹ بھرو۔" حنا خفگی سے پاؤں پٹختی باہر نکل گئی تو عون اور حیدر کی ہنسی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

پچھلے دو تین دنوں سے اسے عجیب سی کسلمندی کا احساس ہو رہا تھا۔یوں جیسے وہ لگی بندھی روٹین سے اکتانے لگا تھا۔اسے کراچی آئے ایک مہینہ ہوچکا تھا۔ اس عرصے میں اس نے منشیات مافیا کے دو تین بڑے گروہوں کو پکڑوا کر افسران بالا سے کافی شاباشی بھی حاصل کی تھی۔حیدر اور حنا کیساتھ بھی گپ شپ رہتی تھی۔گھر والوں سے بھی مسلسل رابطہ تھا لیکن پھر...

{...☆☆☆...}

پتا نہیں شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے یا وقت رک گیا تھا وہ تو زندگی کا احساس ہی بھلا بیٹھی تھی اسے لگ رہا تھا اس نے ابھی چند ثانیے قبل عون عباس جعفری کی روشن سنہری آنکھوں میں زندگی کو مٹتے' اپنی سبھی خوشیوں کو

برباد ہوتے دیکھا ہے۔وہ جانتی تھی عون عباس جعفری منزل نہیں لیکن اس کی سنہری آنکھوں کی وہ آخری تڑپ دل کے آرپار ہو کر رہ گئی تھی اور وہ اپنے حالات کی بے بسی سے آنکھیں چرائے بڑی تندہی سے عون عباس جعفری کے غم میں گھلے جارہی تھی۔

"آپ کا خلیل جبران کہتا ہے ہم برف کے مجسمے بناتے ہیں اور انہیں پگھلتے ہوئے دیکھ کر روتے ہیں۔" حمزہ کی آواز پر وہ ہڑبڑا اٹھی تھی۔وہ تو سب سے نظر بچا کر اس تاریک گوشے میں آبیٹھی تھی مگر

حمزہ۔

"حمزہ! تمہیں پھر خبر ہوگئی میری ڈسٹربنس کی۔حمزہ کون ہو تم میرے؟ میرا ہر دکھ تمہارے وجدان کو کیسے باخبر کردیتا ہے۔میری پریشانیوں پر تم مجھ سے بھی زیادہ پریشان کیوں ہوجاتے ہو؟"

"میں... میں آپ کا مجرم ہوں ایمان جی! شاید میں نے ہی آپ کو اس راہ پر ڈالا' شاید یہ برف کا مجسمہ میں نے ہی..."

"تم بھی پاگل ہو حمزہ! بھلا یہ کھیل بھی کسی کے سکھانے سے آتا ہے۔اور یہ کیا حمزہ! میرے سویٹ سے حمزہ پر یہ سنجیدہ روپ ذرا نہیں سجتا' تمہاری منگنی..."

"پلیز' آپ کم از کم میرے سامنے نورالایمان احمد بننے کی کوشش مت کریں۔میں کوئی غیر ہوں کیا؟" حمزہ نے کس مان سے پوچھا تو ایمان اس کی اپنائیت پر دکھ سے ہنس دی۔اس کی ہنسی سے اس کی کانچ سی کتھئی آنکھوں سے عجیب سا خالی پن چھلکنے لگا۔

"وہ... کچھ بھی تو نیا نہیں کہتے حمزہ۔مجھے عون سے امیدیں نہیں رکھنا چاہئے تھیں۔محبت کرچکے وہ... اور میری کہیں جگہ نہیں۔لیکن میں پھر بھی ان کے سامنے سارا کچھ بول آئی حمزہ! کچھ بھی تو نہیں چھپایا۔میں ان سے محبت کرنے لگی ہوں تو اس میں میرا کیا جرم؟"

"ایمان جی! آپ رو کیوں نہیں لیتیں؟" حمزہ کو ایمان کے لہجے سے' اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے آنسوؤں سے خوف محسوس ہونے لگا تو وہ نرم لہجے میں گویا ہوا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"روؤں کیوں' اب کیوں روؤں میں؟ عون عباس جعفری کے لئے؟ اس شخص کے لئے جو مجھ سے محبت کرنے سے ڈرتا ہے؟ جسے اپنے عون عباس جعفری ہونے کا زعم جھکنے ہی نہیں دیتا۔تم حمزہ..."

ایمان کی بات بیچ میں ہی رہ گئی۔جانے عون عباس جعفری کہاں سے اچانک تیزی سے بھاگتا ہوا ان کے سامنے آیا اور ایمان کو بازو سے پکڑ کر پھرتی سے اٹھایا۔اس سے پہلے کہ ایمان یا حمزہ میں سے کوئی کچھ سمجھتا وہ اسے کھینچتا ہوا پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔

"کیا ہوا ہے ماماجی! کہاں لے جارہے ہو ایمان جی کو؟" حمزہ ہراساں سا پیچھے آتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"تم بس جاکر اماں سے اتنا کہو حمزہ کہ تمہاری منگنی میں صرف ایما نہیں اس کی پوری فیملی شرکت کرے گی۔میں بس ایک گھنٹے میں آتا ہوں۔" عون نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور حمزہ کا جواب سنے بغیر گاڑی زن سے نکال لے گیا۔ایمان حواس باختہ سی عون عباس جعفری کی پھرتیاں دیکھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جارہی تھی۔عون نے موڑ کاٹتے ہوئے ایک اچٹتی سی نگاہ ایمان پر ڈالی اور اپنے مخصوص ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولا۔

"میں نے تم سے کہا تھا میں تمہیں تمہاری سبھی محبتیں لوٹاؤں گا۔تو میں کیا تمہارا یقین جو تم نے مجھ پر کیا' توڑ سکتا تھا۔ایک ٹیلی فون کال آئی تھی ابھی کچھ دیر قبل ہم تمہاری مدر کے پاس جارہے ہیں ایما!" اور اس کے "ایما" پکارنے نے ایمان کو خوش بھی نہ ہونے دیا۔

"مجھے علم ہے فون! آپ صرف ترس کھاتے ہیں مجھ پر۔میں چھوٹی سی بچی نہیں ہوں کہ مجھ سے ایسے ٹریٹ کریں آپ؟" ایمان نے دل ہی دل میں ناگواری سے اسے مخاطب کیا جو ہر بات سے قطع نظر خوشگوار لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"میں کروں گا تمہاری پوزیشن ہر کسی کے سامنے کلیئر۔تمہاری میرے ساتھ موجودگی ہی تمہاری سچائی ہے اور..." اور گاڑی ایک جھٹکے سے ایک شاندار سے بنگلے کے سامنے رکی۔وہاں پولیس کی بھاری نفری پہلے سے موجود تھی۔ عون اسے وہیں رکنے کا اشارہ کرتا تیزی سے اترا اور سامنے موجود انسپکٹر سے

بات کرنے لگا۔ایمان اسے تیزی سے ہاتھ ہلا ہلا کر بولتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ کے اشارے سے پتا چل رہاتھا کہ وہ سب لوگوں کو ان کی پوزیشن سمجھا رہا ہے۔ایمان کو یکبارگی اپنے دل میں نامعلوم سا خوف اترتا محسوس ہوا۔ اس نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔آسمان کا رنگ عجیب سا ہو رہاتھا۔ ایمان نے اپنے دل میں اٹھتی خوف کی لہروں کو دبانے کے لئے سینے پر ہاتھ رکھ کر گہرے گہرے سانس لینا شروع کردیئے۔

”اب تو سب ٹھیک ہونے والا ہے پھر...“ اور اس پھر کے بعد ہی اس نے عون کوچار سپاہیوں کے ساتھ بنگلے کی اونچی دیوار پر چڑھتے دیکھا تھا۔اس کے دل کی دھڑکنیں بند ہوگئی تھیں اور پورا وجود آنکھ بنا بِنا پلک جھپکائے بنگلے کی طرف دیکھ رہا تھا۔چند ثانیے بعد تڑتڑ گولیوں کی آواز نے اس کے کان کے پردے پھاڑ دیئے اور وہ ہر خوف سے بے نیاز گاڑی سے نکلتی ہوئی بنگلے کی طرف بھاگی تھی۔انسپکٹر سرمد جو اپنی پوزیشن سنبھالے جوابی فائرنگ کررہے تھے اسے دیوانہ وار بنگلے کی طرف بھاگتے دیکھ کر اس کی طرف بڑھے لیکن ان

کے قریب آنے سے پہلے ہی اس کا پاؤں راستے میں آئے پتھر سے ٹکرایا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑی۔

{...☆☆☆...}

”مما! پتا نہیں میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے۔“ سمرن صدف بجو کی گود میں سر رکھتے ہوئے آہستگی سے بولی تو صدف بجو بھی اک گہرا سانس لے کررہ گئیں۔ جب سے حمزہ نے آکر بتایاتھا عون ایمان کو ساتھ لے کر چلا گیا ہے۔وہ سب اسی طرح خاموش تھے کسی نے کسی سے بھی ایک فقرہ اس موضوع پر نہیں کہا تھا۔وہ اس معاملے کو نارمل لینا چاہتے تھے اور بظاہر تو کچھ ابنارمل تھا بھی نہیں۔عون جب

ضروری سمجھتا اسے ایمان کو لے جانا ہی تھا اور وہ تو جلد لوٹ آنے کا بھی کہہ گیا تھا پھر بھی کسی انہونی کا احساس سب کے دل میں جاگزیں ہوگیاتھا۔

”کچھ نہیں ہوتا بیٹا!تم اٹھو اور کپڑے چینج کرلو۔تمہارے ماما جی کو تو عادت ہے ہر موقع پر جھٹپٹا مچادیتے ہیں۔کل بھی تووہ لیٹ ہی آئے تھے۔ان کے

آتے ہی رسم کرنا ہے تو تم سب تیار ہوجاؤ۔" صدف بجو خود پر کنٹرول کرتے ہوئے ساتھ حرمت اور ربیعہ کو بھی ہدایات دینے لگیں۔

"لیکن صدف خالہ' ماماجی ایمان جی کو تو ابھی نہ لے جاتے۔" حرمت فکرمندی سے بولی۔

"یہ کیا بات ہوئی اسے لے جانا ضروری تھا تبھی تو..."

"صدف خالہ! ایمان جی واپس آئیں گی ناں؟" ربیعہ نے آخر کار اپنے خدشے کو زبان دے دی تو صدف بجو نے چونک کر اسے دیکھا اور تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گئیں۔

"صدف کوئی فون آیا؟" سمرن کے کمرے سے نکل کر وہ جیسے سب خدشوں سے بچ کر لاؤنج میں آ بیٹھی تھیں کہ اندر آتے مراد بھیا کے سوال نے انہیں مزید بے چین کردیا۔

"نہیں مراد بھیا! بچیاں بہت پریشان ہیں۔" مراد بھیا کے سامنے جیسے انہیں خود پر قابو نہ رہا۔ بچیوں کا بہانہ کرکے وہ سسک پڑیں۔

"صدف! یہ کیا بچپنا ہے؟ کچھ نہیں ہوتا۔ عون ابھی آکر کوئی اچھی خبر ہی سنائے گا۔ اب ایمان کی مدد مل جائیں گی تو میں نے تو سوچا ہے حمزہ اور عون کی اکھٹی شادی کریں گے۔ بڑا پیار جو ہے دونوں میں۔ چلو موڈ ٹھیک کرو بہنا! اور ہماری بیگم کے ساتھ ایک اچھی سی چائے بھی لے کر آؤ۔" انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے انکا شانہ تھپکا تو وہ دوپٹے کے پلو سے آنسو صاف کرتیں اماں کے کمرے کی طرف آئیں۔ بابا' زنیرہ بجو' سعدیہ بجو' سارہ بجو' سفیان بھیا اور اماں وہاں پہلے سے موجود تھے۔ وہ بھی ایمان کی وجہ سے ہی پریشان بیٹھے تھے۔

"اس لڑکی نے اتنے سے دنوں میں کتنی اہمیت حاصل کرلی ہے۔ ہم سب کے لئے' بھیا جی سے زیادہ سب کو اس کی فکر ہے۔" زنیرہ بجو کو مراد بھیا کا پیغام دینے کے بعد وہ کچن میں آتے ہوئے اور چائے بناتے ہوئے بھی مسلسل ایمان کے متعلق ہی سوچتی رہیں۔ جب چائے لے کر وہ لاؤنج میں آئیں تو بڑے ابا اور رمیز بھی پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے سب کو چائے بنا کر دی۔ وہی گھر جس میں اب سے کچھ دیر قبل تک ایک خوشگوار ہلچل اور چہل پہل تھی۔ اب

وہاں عجیب سی سوگواریت اور اضمحلال کی کیفیت پھیل گئی تھی۔آہستہ آہستہ سبھی لاؤنج میں آبیٹھے۔ایمان کے متعلق باتیں کرتے ہوئے سب اس کے ذکر سے اجتناب بھی برتنا چاہتے تھے۔عون کی واپسی کا انتظار آج سے پہلے کبھی اتنی شدت سے نہیں ہوا تھا۔بڑے ابا نے دو تین بار حمزہ سے کہا کہ وہ عون کے موبائل پر فون کرے لیکن وہ کشن گود میں رکھے صوفے سے ٹیک لگائے چپ چاپ بیٹھا رہا۔اماں نے مڑ کر حمزہ کی اس بے جان سی حالت کو دیکھا۔وہ اور حمزہ حالات سے بے خبر نہیں تھے۔وہ جانتے تھے آج بہت بڑی قیامت آنے والی ہے جو یقینا عون سے وابستہ اعتبار کے ان رشتوں کو ریزہ ریزہ کردے گی جو اس لمحے عون اور ایمان کی سلامتی کے لئے دعا گو تھے۔صدف بجو نے حمزہ کو یوں لاتعلق بیٹھے دیکھا تو اٹھ کر عون کا موبائل نمبر ڈائل کرنے لگیں۔

”بھیا جی ریسیو نہیں کررہے۔“کتنی ہی دیر تک وہ رابطہ کرنے کی کوشش کرتی رہیں پھر بابر بھی مسلسل عون کا نمبر ڈائل کرتا رہا لیکن ادھر سے کوئی رسپانس نہ ملا۔

”اللہ خیر کرے۔پتا نہیں بھیا جی کہاں ہوں گے۔“ سعدیہ بجو فکرمندی سے کہتیں اٹھ کر نماز پڑھنے چلی گئیں اور حمزہ نے کلاک پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی' صرف ساڑھے دس ہوئے تھے۔

”ایسے لمحوں میں وقت بھی جیسے رک جاتا ہے۔اس سارے قصے کا انجام جو بھی ہو نقصان سب سے زیادہ ایمان جی کا ہوگا اور اس سارے قصے میں قصور وار شاید میں ہی ہوں۔شاید میں ایمان جی اور ماماجی کے ساتھ کی دعا نہ مانگتا تو یہ سب نہ ہوتا۔ایمان جی کے لئے اتنے دکھ مانگ کر بھلا اب میں کیسے خوش رہوں گا؟“ حمزہ نے دکھ سے سوچا اور باری باری سب کا چہرہ دیکھا سبھی پریشان تھے۔بے قرار تھے لیکن اس بے قرار کو قرار ملنا اب ممکن نہ تھا۔

وقت آہستہ آہستہ چیونٹی کی رفتار سے گزرتا رہا۔لیکن ان سب کے پاس ایمان کے حوالے سے اتنی باتیں تھیں جو ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھیں۔اتنے خواب تھے سب کی آنکھوں میں آنے والے وقت کے بارے میں کہ ایک بار حمزہ کا دل چاہا وہ سب کو حقیقت بتادے لیکن چاہ کر بھی وہ ان سب کے روشن چہروں کو بجھتے دیکھنے کا تصور بھی نہ کرسکا۔لیکن تقدیر کو کون بدل سکتا ہے۔

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی لیکن عون سے کوئی رابطہ نہ ہوپایا تھا۔وہ سب اپنے دلوں کے خدشوں سے ڈر کر بھاگ رہے تھے کہ باہر گاڑی رکنے کی آواز نے ان سب کو زندہ کردیا۔جو جتنی رفتار سے اٹھ کر باہر آسکتا تھا آیا۔ باہر آنے والا وہی تھا جس کا سب کو شدت سے انتظار تھا۔لیکن وہ سب حیران آنکھوں سے اسے تنہا گاڑی سے اترتا دیکھ رہے تھے۔عون نے سر نہیں اٹھایا۔لرزتے قدموں اوراجڑے دل کے ساتھ وہ ان سب کے بیچ سے نکلتا ہوا اندر آگیا۔بنا دیکھے ہی وہ ان کے ہونٹوں پر رکے اور آنکھوں سے جھانکتے سوالوں کے متعلق جانتا تھا۔حمزہ کے برابر صوفے پر گرسا گیا تھا۔حمزہ اٹھ کر اس کے لئے باہر نہیں گیاتھا کیونکہ وہ جانتاتھا اب اس کے ساتھ ایسی کوئی خوشی نہ ہوگی جس کی پذیرائی کے لئے اٹھ کر باہر جایا جائے۔وہ بری طرح تھکا ہوا تھا اور اس کی سانسیں اس قدر بے ترتیب تھیں جیسے ہزاروں میل لمبی مسافت پیدل طے کرآیا ہو۔اس کی تھکن کے خیال سے کسی کے ہونٹوں پر کوئی سوال نہ آیا۔بالوں کو مٹھی میں جکڑے، آنکھیں زور سے بھینچے وہ سر جھکائے

بیٹھا تھا۔سب خاموشی سے اس کے بولنے کے منتظر تھے۔لیکن سمرن میں اتنا صبر نہیں تھا۔

”ماماجی! آپ ایمان جی کو کہاں چھوڑ آئے؟“ اور سمرن کے سوال پر اس نے یوں چونک کرسراٹھایا جیسے اس نے ابھی ابھی جاناتھا کہ وہ کیا کر آیا تھا۔

”ایمان جی کو آپ لے کر کیوں گئے تھے؟ وہ ٹھیک تو ہیں ناں؟“ عون کی حالت کی پروا کئے بغیر وہ اپنی عادت کے مطابق بولتی چلی گئی۔

”مجھے ایک گلاس پانی پلائیے سارہ بجو۔“ سمرن کے اتنے سوالوں کے جواب میں وہ بڑی دیر بعد بولا تو سب کی اس پر اٹھیں سوالیہ نگاہیں مایوس ہو گئیں۔سارہ بجو نے گلاس میں پانی ڈال کر اسے پکڑایا تو وہ غٹاغٹ پورا گلاس ایک ہی سانس میں چڑھا گیا۔سارہ بجو کو گلاس واپس پکڑا کر وہ ایک گہرا سانس لے کر سیدھا ہوا اور جیسے ان سب کے سبھی سوالوں کے لئے تیار ہو گیا۔ساتھ بیٹھے حمزہ کا ہاتھ کسی سہارے کی طرح تھامتے ہوئے وہ اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں گویا ہوا۔

"آپ لوگوں کو کچھ نیا بتانے سے پہلے میں پچھلی چند باتیں آپ پر کلیئر کرنا چاہتا ہوں۔سب کو پتا ہے کہ پچھلے سات ماہ سے میں' میں شاید پاگل ہو گیا تھا۔ میں ایک وعدہ کر بیٹھا تھا جسے پورا کرنے کے لئے میں نے سب کو پریشان رکھا' اور پتا نہیں کب تک یہ سلسلہ چلتا اگر مجھے' مجھے اس روز ایما نہ ملتی۔" اس کے فقرے پر عجیب سی بے چینی کی کیفیت سب میں پھیل گئی لیکن کسی نے بھی اس کا سلسلہ کلام نہ توڑا۔

"وہ کون تھی... مجھے علم نہ تھا... لیکن اس کی میری نورالایمان سے مشابہت مجھے کنفیوز کر گئی۔میں نے حمزہ کو بتایا تو اس نے مجھے اس سے ملنے کے لئے کہا۔میں آپ سب کو اتنے دکھ دے چکا تھا کہ میں یہی چاہتا تھا اب اس کہانی کا کچھ انجام ہو ہی جائے' اور تب ایما نے مجھے وہ سب بتایا جو میری ذات کی دھجیاں بکھیر گیا۔وہ لڑکی جو مجھے کراچی میں ملی محض ایک دھوکا تھی' وہ ان اسمگلرز کی ساتھی تھی میں جن کی تلاش میں تھا۔اصل میں اس کا مقصد میری ایکٹوٹیز پر نظر رکھنا تھا۔لیکن میری ذات کا مکمل پن' میرے چہرے کا مغرور سا تاثر اسے ایک نئی راہ پر لگا گیا' اور اس نے بڑی خوبصورتی سے مجھے

پھنسا لیا۔یہ اس کی عادت تھی۔خوبصورت مردوں کو بیوقوف بنانا... وہ لڑکی ہی ایما کی اسٹیپ سسٹر ہے۔جب میں نے ایما کے متعلق سب کچھ جان لیا تو مجھے یہی بہتر لگا کہ میں اس کی مدد کروں۔شاید درپردہ میں عبیر سے بدلا بھی لینا چاہتا تھا۔لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ایما میرے اور عبیر کے متعلق کچھ جانے' جبکہ میں اسے گھر لے آتا تو آپ سب لوگوں کی باتوں سے اسے پتا چل ہی جاتا اور ایمان کی حقیقت بتا کر میں آپ کا دل بھی نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ اسی لئے میں نے آپ سب سے جھوٹ بولا کہ ایما اپنی یادداشت بھلا بیٹھی ہے اور اس لئے اس سے ماضی سے متعلق سوال کر کے پریشان نہ کیا جائے۔اماں مجھے اسے سائیکاٹرسٹ کو دکھانے کا کہتی رہیں لیکن ظاہر ہے وہ ٹھیک تھی تو میں اسے سائیکاٹرسٹ کے پاس کیوں لے جاتا' ایما کو گھر میں لانے کے بعد میں نے اس کی مدد کی تلاش بھی جاری رکھی۔اس دوران میں عبیر سے بھی ملتا رہا' وہ اب بھی مجھے بیوقوف بنانا چاہتی تھی اس لئے میں نے بھی اس پر کچھ ظاہر نہ کیا۔میں اس سے اپنے جذبوں کی ناقدری کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن ایما..." اور اتنا کہہ کر وہ یکبارگی رک گیا۔اس کا نام کسی آہ کی صورت ہونٹوں

سے نکا۔چند ثانیے بعد وہ خود کو پھر سے بولنے کے قابل کرچکا تھا لیکن اس کی خاموشی کے عرصے میں بھی وہاں موجود کسی فرد نے کچھ نہیں کہاتھا۔وہ سب اس قدر صدمے میں تھے کہ کہتے بھی تو کیا۔

"ایما نے مجھے محبت کا ایک نیا مفہوم بتایا۔عبیر نے اس کے ساتھ اتنا غلط کیا تھا لیکن وہ چاہتی تھی عبیر اس سارے معاملے میں بچ جائے اور اسی کی خاطر میں نے بنا کسی ایف آئی آر کے ساری چھان بین کی۔مسز سدرہ نبیل کی نشاندہی پر میں نے علی ترمذی کو گرفتار کرلیا اور یقینا ہم علی سے سب کچھ اگلوا لیتے لیکن آج ہارون نے فون کرکے مجھے بتایا کہ اس نے عبیر سے گن پوائنٹ پر سب کچھ اگلوا لیا ہے۔اس نے مجھے حبیب ترمذی کا پتا بتایا اور وہاں ریڈ کرنے سے پہلے میں ایما کو اس لئے ساتھ لے گیا کہ جلد سے جلد وہیں سے ایما اور اس کی مدر کو گھر پہنچا دوں گا۔تاکہ ایما اور اس کی فیملی حبیب ترمذی کیس میں انوالو نہ ہو۔اس سلسلے میں انسپکٹر سرمد نے میرا بھرپور ساتھ دیا۔ سب کچھ ہماری پلاننگ کے مطابق ہی ہو رہاتھا۔میرے بنگلے میں داخل ہونے کے بعد انسپکٹر سرمد اپنے سپاہیوں کے ساتھ اندر آئے اور ہم نے تمام

مجرموں کو اریسٹ کرلیا۔میں مسز مہرین کو لے کر نکل رہاتھا کہ انسپکٹر سرمد نے بتایا میرے ساتھ جو لڑکی تھی یعنی ایما وہ گولیوں کی آواز سن کر بنگلے کی طرف بھاگی تھی' اور زخمی ہوگئی۔انہوں نے ایک سپاہی سے کہہ کر اس کی مرہم پٹی کروادی۔اسے اور اسکی مدر کو ہاسپٹل چھوڑ کر میں نے ہارون کو وہاں پہنچنے کافون کردیا ہے۔ایما کی حالت کافی خراب تھی۔اسے تو بخار بھی تھا۔ اماں! آپ اسے دیکھ آئیے گا یا ابھی کوئی بھی نہ جائے۔اگر ہمارا ان سے تعلق ظاہر ہوا تو انہیں مشکل ہوسکتی ہے۔میرا کوئی فون آئے تو مجھے بتادیجئے گا۔' کسی معمول کی طرح رٹے رٹائے فقرے بولتا وہ کسی کی بھی طرف دیکھے بنا چپ چاپ ان کے بیچ سے اٹھ کر چلا گیا۔جبکہ پورے کمرے میں ایسی خاموشی چھائی تھی جیسے یہاں کوئی بھی زندہ وجود موجود نہ ہو۔

{...☆☆☆...}

یہ چراغ بے نظر ہے' یہ ستارہ بے زبان ہے
ابھی تجھ سے ملتا جلتا کوئی دوسرا کہاں ہے
انہی راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے

مجھے روک روک پوچھا ترا ہم سفر کہاں ہے

پچھلی چار راتوں سے وہ بنا پلک جھپکائے اس کے بیڈ سے لگا بیٹھا تھا۔اسے کھانے پینے کا ہوش تھا نہ رگ رگ میں اترتی تھکن کا۔وہ اس کے لئے دنیا کی ہر نعمت سے زیادہ قیمتی تھی۔اس کے سندر چہرے پر کھنڈی زردی اسے اندر ہی اندر توڑ رہی تھی۔ان چار دنوں میں وہ کیا سے کیا ہو گئی تھی۔مسلسل بخار کی وجہ سے اس کے جسم سے توانائیاں جیسے ختم ہوتی جا رہی تھیں۔ڈاکٹرز نے اسے خطرے سے باہر بتایا تھا اور اسی طرح کی بہت سی تسلیاں لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتا جس میں عجیب بے کلی کا عالم تھا۔بخار کی بے ہوشی میں وہ جب بھی آنکھ کھولتی اس کے ہونٹ بے آواز جانے کیا کہنے کی کوشش میں ہلنے لگتے۔پتا نہیں وہ کونسے سوال تھے جو اس کے ہونٹوں میں ہی دب کر رہ جاتے تھے اور اسے بے بس دیکھ کر ہارون کا دل چاہتا وہ اس کی ساری تکلیفیں، سارے دکھ خود پر لے لے اور اسے ہلکا پھلکا کر دے اور وہ ہمیشہ کی طرح ہنستی، کھلکھلاتی پھرے۔

"اب بس کر دو ایمی! ورنہ میں مر جاؤں گا۔" اس کے انگارے کی طرح دہکتے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر وہ بھاری لہجے میں بولا اور پتا نہیں اس کی پکار میں کیسی طاقت تھی کہ ایمان اپنی جگہ ذرا سا کسمسائی۔

"ایمی! ایمی! آنکھیں کھولو ایمی۔" اسے ہلتا دیکھ کر ہارون بے قراری سے اس پر جھکا تو اس نے مندی مندی آنکھیں کھولیں۔اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر ہارون نے خوشی کا بے پایاں احساس رگوں میں اترتے محسوس کیا۔وہ چند ثانیے اسے انجان سی نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر ہارون کے ہاتھ میں دبا اس کا ہاتھ پوری جان سے لرز گیا۔وہ جھٹکا کھا کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"عون! عون! ہارون! عون کو گولی، عون،عون بچاؤ ہارون میرے عون کو بچاؤ۔" وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھی اور ہارون تو اس کے بے ربط جملوں سے جھانکتے ربط سے جیسے ختم ہو گیا۔اس نے پوری جان سے اپنے دل کو بند ہوتے اور اپنی سانس کو رکتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ایمان کی چیخیں سن کر اندر آتی سدرہ پھپھو بھی اپنی جگہ جم سی گئی تھیں۔جس جنون نے انہیں برباد کر دیا تھا وہ جذبہ، وہی جنون اس وقت ایمان کی آنکھوں سے ہویدا تھا، لیکن ہارون سے

پہلے وہ سنبھل گئی تھیں (اور ہارون کو تو شاید اب کبھی نہ سنبھلنا تھا) وہ تیزی سے آگے بڑھیں اور ایمان کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔اور اسے بانہوں کے حلقے میں لے لیا۔

"کچھ نہیں ہوا بیٹا! کچھ نہیں عون ٹھیک ہیں۔انہیں کچھ نہیں ہوا' تم سنبھالو۔"لیکن ان کا فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ایمان ان کی بانہوں میں ہی بے ہوش ہوچکی تھی۔اسے دوبارہ لٹا کر انہوں نے اک نظر ساکت کھڑے ہارون کو دیکھا۔اس کا رنگ ایک لمحے میں کس قدر زرد ہو گیا تھا جیسے سارے جسم سے ہی لہو نچڑ گیا ہو۔

"ہارون!" اس کے چوڑے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے اس کا سر اپنے کندھے سے لگالیا۔

"پھپو!" اور کوئی ہمدردپا کر وہ بکھر گیا تھا۔سدرہ پھپو کے کندھے پر سر رکھے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔اس کے آنسوؤں نے سدرہ پھپو کو بھی رلادیا۔انہوں نے ہمیشہ ہارون کو ہنستے مسکراتے ہی دیکھا اور اب یہ کیسا روگ لگا تھا کہ وہ بھول ہی گیا تھا کہ مرد کبھی پھوٹ پھوٹ کر آنسو نہیں بہایا کرتے۔کیونکہ

انہیں تو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس سے جو چاہیں منوالیں۔اتنا تو وہ اس وقت نہیں رویا تھا جب اس کی ماں ہمیشہ کے لئے اس سے جدا ہو گئیں پھر آج۔

"بس کرو ہارون! ایسا بھی کیا ہو گیا بیٹا۔وہ ہوش میں ہی نہیں تھی۔پھر تمہیں کیا خطرہ ہے وہ صرف تمہاری ہے۔اسے تم سے کون چھین سکتا ہے۔وہ خود بھی چاہے تو خود کو تم سے جدا نہیں کر سکتی۔اس لڑکے نے ایمی کی بہت مدد کی ہے'شاید اسی وجہ سے یہ وقتی جذبے..."

"نہیں' یہ کوئی وقتی جذبہ نہیں ہے پھپو! میں ایمی سے بہت پیار کرتا ہوں' میری محبت میں کیا کھوٹ تھا پھپو کہ وہ کسی اور کو چاہنے لگی۔میں اسے کسی اور کو نہیں دوں گا۔وہ میری ہے اسے میرے جتنا کون چاہے گا بھلا جو..."

"ہارون! پلیز چپ ہوجاؤ۔وہ کوئی کھلونا نہیں ہے بیٹا۔اگر وہ سچ مچ اسے چاہتی ہے تو اس میں کچھ تو ایسا ہوگا کہ ایمان جیسی محتاط لڑکی بھٹک گئی۔اس پر رحم کرو بیٹا! ان روایتوں ان ضدوں نے ہمیں پہلے دیا ہی کیا ہے' تم جانتے ہو جب نبیل سے میری شادی ہوئی تو زندگی کی کس بدصورتی کو دیکھا ہے میں نے۔میں اس سے محبت نہیں کرتی تھی لیکن ابا نے اپنی روایت کی خاطر میری

محبت قربان کردی۔بیٹیاں خاندان سے باہر نہیں بیاہی جاتیں' لیکن اس خاندانی بیٹے نے مجھے کیا دیا' دکھ'اذیتیں' وہ کہا کرتا تھا کبھی اس نے مجھ سے محبت کی تھی' لیکن میرے انکار' میری کسی اور سے محبت نے اس کی محبت کو ختم کردیا' وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا' مجھے رلا کر' تڑپا کر خوش ہونے لگا' پھر کچھ عرصے بعد اسے حبیب مل گیا' حبیب وہی شخص تھا جس سے محبت کرنے کی غلطی ہوئی مجھ سے' تب میں نے جانا وہ کتنا برا آدمی ہے' وہ اسمگلنگ کرتا تھا اور نبیل نے میری تکلیف کے لئے اس سے پارٹنر شپ کرلی۔اس کی ہر برائی میں وہ برابر کا حصہ دار تھا۔مجھے اپنی زندگی جہنم لگنے لگی اور تب نبیل مجھے مجبور کرنے لگا کہ میں عبیر کو اپنے پاس لے آؤں۔عبیر کو یہاں سے لے جاتے ہوئے میں جانتی تھی کہ وہ عبیر کے ذریعے بھی بس مجھے اذیت ہی دے گا۔جیسے جیسے عبیر بڑی ہوتی گئی' ویسے ویسے اس کا عناد بھی بڑھتا گیا' احمد بھائی اور مہرین بھابی کو وہ میرے سامنے گالیاں دیتا' اپنی بہن کی موت کا بدلہ لینے کی دھمکیاں دیتا' اگر میں نے کبھی عبیر کو بھائی یا بھابی کے حق میں کچھ کہنا بھی چاہا تو نبیل نے میرا وہ حال کیا کہ میں اپنا دکھ کسی سے نہ کہہ پائی' پھر

ہم پاکستان لوٹ آئے' عبیر پوری طرح نبیل کے رنگ میں رنگی جاچکی تھی۔ نبیل کے بھی یہاں آجانے پر وہ دونوں اکثر کئی کئی گھنٹے بنا بتائے غائب رہتے۔مجھے شک سا ہوا کہ نبیل نے عبیر کو بھی

اپنے غلط کاموں میں شامل کرلیا ہے۔لیکن مجھ میں اتنی جرأت نہ تھی کہ ان سے کچھ پوچھ پاتی' نبیل اور عبیر کی توجہ اب مجھ پر بہت کم ہوتی تھی۔اور پھر عبیر بھی گھر والوں اور مہرین بھابی کے ساتھ کافی ایڈجسٹ ہوگئی تھی۔اس لئے میں چپ ہی رہی لیکن پھر یہ حادثہ ہوگیا۔بھابی کا اغوا' پھر ایمان کی گمشدگی دھیان تو میرا بھی ان دونوں کی طرف کبھی نہ جاتا اگر جو میں اس روز عبیر کی باتیں نہ سن لیتی۔کراچی جانے سے ایکدن پہلے وہ کافی جھنجلائی ہوئی فون پر یقینا نبیل سے ہی باتیں کررہی تھی۔میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ دنوں اس حد تک گر سکتے ہیں۔میں تمہیں بتانا چاہتی تھی لیکن تم رات کو بہت دیر سے آئے اور صبح بھی ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ کر چلے گئے۔میں یہ سب فون پر تم سے نہیں کہنا چاہتی تھی اور تم سے رابطہ ہونے سے پہلے عون آگئے۔وہ مجھ پر شک

کررہے تھے۔میں نے انہیں ہی سب کچھ بتادیا۔علی ترمذی کا پتا بھی میں نے ہی انہیں بتایا تھا۔حبیب کا تو مجھے پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے لیکن عون کا بھی یہی خیال تھا کہ علی کو پکڑ کر حبیب کو سامنے لایا جاسکتا ہے۔"

"پھپھو آپ نے یہ سب پہلے کیوں نہیں بتایا اور عون نے بھی..."

"میں تو اب بھی نہ بتاتی۔حبیب اور نبیل اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔اب جب وہ سزا بھگتیں گے تو انہیں اندازہ ہوگا کہ ظالم جتنا بھی طاقتور ہو آخر اسے کفارہ ادا کرنا ہی پڑتا ہے اور عون نے ہی مجھے منع کیا تھا میں کسی سے کچھ نہ کہوں' وہ اس سارے سلسلے میں میرا نام نہیں آنے دینا چاہتا تھا لیکن سچ تو یہی ہے ناں' کہ اس ساری تباہی کی ذمے دار میں ہی ہوں۔ہوسکتا ہے اگر نبیل کی بجائے ابا میری خوشی کی خاطر مجھے حبیب سے بیاہ دیتے تو اتنا سب نہ ہوتا یا نبیل ہی میری محبت کرنے کی غلطی کو معاف کردیتا' لیکن مرد کبھی اتنا بڑا دل نہیں کرسکتا' وہ خود جتنا بھی بے ایمان ہو' خود سے وابستہ عورت کی پور پور ایماندار چاہتا ہے۔ہارون! مجھے پتا ہے تم نے ہمیشہ سے بس ایمان کو ہی چاہا ہے اور محبت تو بہت دریادل ہوتی ہے بیٹا' آگے تم خود سمجھدار ہو۔" سدرہ

پھپھو آہستگی سے کہتی اٹھ کر باہر چلی گئیں تو ہارون نے چونک کر انہیں دیکھا۔ وہ ہمیشہ کتنی پرسکون اور مکمل نظر آتی تھیں لیکن اندر سے وہ کتنی شکستہ حال ہیں یہ آج اس نے جانا تھا۔ان سے ایک خطا ضرور ہوئی تھی وہ ایک غیر سے محبت کی مرتکب ہوئی تھیں لیکن جس طرح انہوں نے اپنی اس خطا کو بھگتا تھا وہ ان کے چہرے کی جھریوں سے عیاں تھا۔اس کی نظر سدرہ پھپھو سے بھٹکتی ہوئی ہوش وخرد سے بیگانہ ایمان کے صبیح چہرے پر آٹکی اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کرلیں۔پتا نہیں کیوں آنکھوں میں کچھ گرم گرم سا چبھ رہا تھا۔اسے لگا اب وہ کبھی آنکھیں کھولے گا بھی تو کوئی رنگ' کوئی خوبصورتی اس کی بصارت کو نہ چھوپائے گی۔

{...☆☆☆...}

"ماما جی! چائے لے لیں۔" سمرن کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔پتا نہیں آج کل وہ کچھ غائب دماغ سا ہوگیا تھا۔بیٹھے بیٹھے جانے کہاں پہنچ جاتا۔ وہ کئی لمحے سمرن کو سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا تو مجبوراً سمرن کو بولنا پڑا۔

"آپ نے چائے مانگی تھی، کیا اب نہیں پئیں گے؟" سمرن کے سوال پر اس نے سر کو ایک جھٹکا دیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ہاں رکھ دو اور تم بیٹھو ذرا میرے پاس۔" سمرن کا بازو پکڑتے ہوئے اس نے اس کے لئے اپنے قریب جگہ بنائی۔اسے پتا تھا اگر بازو چھوڑ دیا تو وہ فوراً بھاگ جائے گی۔

"آپ یونہی بتادیں کیا کام ہے۔مجھے مما کے ساتھ مارکیٹ جانا ہے۔" کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ اسی طرح روکھے لہجے میں بولی تو عون پل بھر کے لئے چپ سا ہو گیا۔سمرن ہی کیا آج کل تو سب گھر والوں کا رویہ اس سے اسی طرح لاپروا اور روکھا ہو گیا تھا اور حمزہ تو اسے پچھلے تین چار دنوں میں ایک بار بھی نظر نہیں آیا تھا۔

"پلیز سمرن! اتنا بھی پیار نہیں رہا ماماجی سے کہ کچھ دیر میری بات ہی سن لو۔" اس کے منت بھرے لہجے پر سمرن کا سارا غصہ بھربھری ریت کی طرح بیٹھ گیا اور وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"کوئی نہیں ہیں آپ ہمارے، آپ نے ہم سب کو دھوکا دیا ہے۔ہماری محبت کو بلیک میل کیا ہے۔" روٹھے لہجے میں کہتی وہ ساتھ میں رونے بھی لگی تو عون نے بازو پھیلا کر اسے اپنے ساتھ لگالیا اور اس کے ساتھ لگتے ہی وہ بلک بلک کر رو دی۔عون کی سمجھ میں نہ آیا کیا کرے۔

"اتنا پیار کرنے لگے ہیں سب اس سے۔" عون نے بڑی حسرت سے اسے سوچا تھا اس نے بھی تو یہی کہا تھا۔

"ہاں جو محبتوں کی قدر کرنا جانتا ہو وہی زیادہ اہم ہوتا ہے۔"

"ان محبتوں سے بڑھ کر تو میرے لئے کچھ بھی قیمتی نہیں۔" عون اپنا سارا زعم بھلائے بے بسی سے بڑبڑایا تو سمرن حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔اس کی سنہری آنکھیں اس لمحے کس قدر ویران لگ رہی تھیں۔

"ماماجی! ماماجی پلیز پلیز انہیں واپس لے آئیے۔ان کے بغیر ہم سب ادھورے ہیں۔"سمرن کی فرمائش پر عون ٹھٹک گیا۔

"نہیں، تم جاؤ یہاں سے۔" عون نے درشت لہجے میں کہا اور اٹھ کر کھڑکی میں آکھڑا ہوا۔دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے۔

"ماماجی! میں..."

"پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو سمرن۔" سمرن جو اس کی بدلتی کیفیت پر گھبرا کر کچھ کہنے والی تھی۔اس کی چنگھاڑتی آواز پر کانپ سی گئی اور تیزی سے دروازے کی طرف بھاگی لیکن دروازے کے قریب وہ ایک

دم رکی اور عون کی طرف دیکھے بغیر سفاک لہجے میں گویا ہوئی۔

"تنہا ہی رہ جائیں گے آپ' جو اپنے دل کی آواز نہ سن سکتا ہو اس کے دکھ میں کوئی کب تک روئے گا۔بہت پچھتائیں گے آپ۔" سمرن کے الفاظ اس کی ساری بے نیازی کو ہوا کرگئے اس نے تڑپ کر سمرن کی طرف دیکھا لیکن وہ اس کی سنے بغیر جاچکی تھی۔

"اب پچھتاوؤں کے سوا کچھ مل بھی نہیں سکتا مجھے۔اب کوئی زعم کوئی غرور تو باقی نہیں رہا۔اس کے بغیر میں زندہ کیسے رہوں گا میں جانتا ہوں دکھ اور اذیت ہی میرا مقدر رہیں گے لیکن اس بار محبت مجھ پر اپنا آپ کچھ ایسے عیاں کرگئی ہے کہ میں خود غرض بن ہی نہیں سکتا۔انسپکٹر سرمد نے بتایا ہے مجھے کہ وہ کیسے دیوانہ وار گولیوں کی آواز پر بھاگی تھی۔اسے اپنی جان کی بھی پروا

نہیں رہی کیوں کیوں وہ اتنی دیوانی ہوئی کیوں اسے کسی شے کی پروا نہیں رہی؟ بس ایک عون عباس جعفری کی خاطر' اس کی زندگی کی خاطر' اس کی محبت کی فکر میں وہ خود کو گنوانے چلی تھی۔جب اس کی محبت اتنی دیالو' اتنی بے ریا ہوسکتی ہے تو' تو میری ذات سے وابستہ لوگ اتنے دکھی کیوں ہیں۔ میں انہیں ہر خوشی دوں گا۔ہر وہ خوشی جو کم از کم انہیں تو سکھی رکھے۔میں اس جیسا سچا تو شاید کبھی نہ ہوپاؤں لیکن اس بار میں محبت سے سچی محبت کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔" سمرن کے ایک فقرے نے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔وہ کچھ بھی برداشت کرسکتا تھا لیکن اپنوں کے لہجے میں نفرت اور بے رخی نہیں۔یہ تو اسے پتا تھا کہ نورالایمان احمد اس کے دل میں اتنا گہرا زخم لگا گئی ہے کہ وہ کبھی چاہے بھی تو اس کے درد سے خود کو بچا نہیں سکتا لیکن وہ اس بار اپنے دکھ کو گھروالوں کے لئے ناسور نہیں بنانا چاہتا تھا۔اپنے اوپر کی ہوئی سیاہ گرم شال اس نے بیڈ پرڈالی اور دھیرے دھیرے چلتا نیچے آگیا۔پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اسے بے پناہ خاموشی کا احساس ہوا اور یہ

خاموشی اس کی ذات کی مرہون منت ہی تھی۔سمرن بھی پتا نہیں کہاں جا چھپی تھی۔

"اماں!" اماں کے کمرے کا دراوزہ کھٹکھٹا کر وہ اندر آگیا تو اماں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھااور پھر سے ہاتھ میں پکڑے میگزین کی طرف متوجہ ہو گئیں جو انہوں نے اسے آتے دیکھ کر اٹھالیا تھا۔عون لاتعلقی کے اس مظاہرے پر پل بھر کے لئے خاموش سا ہو گیا۔لیکن پھر تمام تر ہمتیں مجتمع کرتے ہوئے وہ ان کے برابر بیڈ پر بیٹھ گیا اور ان کے گھٹنے پر سر رکھ لیا۔ اس کے اس انداز پر اماں کی آنکھیں آنسو ؤں سے بھر آئیں۔آج کتنے عرصے بعد اس نے ان سے کوئی لاڈ کیا تھا ورنہ تو وہ پچھلے طویل عرصے سی اتنا بیگانہ ہو گیا تھا کہ اسے ان کے پاس چند لمحوں کے لئے بھی بیٹھنے کی فرصت نہ تھی۔ اپنی ساری ناراضگی بھلائے انہوں نے آہستہ آہستہ اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کردیں تو کتنے ہی لمحے عون سے کچھ بولا ہی نہ گیا۔وہ ان کی محبت کی عظمت پر گنگ سا ہو گیا۔انہوں نے کیسے ایک لمحے میں اسے اپنی محبت کی امان میں لے لیا تھا۔اور وہ اتنا عرصہ ان حقیقی محبتوں کو بھلائے

فریب بھری زندگی گزارتا رہا۔عون کو ایک بار پھر پچھتاوے گھیرنے لگے تو وہ سر اٹھا کر اماں کی طرف دیکھنے لگا۔

"اماں! آپ آپ مجھے معاف کردیں۔میں آپ سب کے بغیر مرجاؤں گا۔"

"عون!" اماں نے تڑپ کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔عون نے مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ کو چوم کر آنکھوں سے لگالیا۔

"اماں! کیوں پیار کرتے ہیں سب مجھ سے اتنا' میری زندگی کی اتنی پروا کیوں کرتے ہیں جبکہ میں اتنا برا ہوں۔میں نے اک دھوکے کی خاطر سب کو کتنا رلایا' لیکن اماں وہ تو میری دوست تھی' دوست نہ بھی ہو دشمن بھی ہوتی تو کیا اماں' آپ کا عون کسی کو دھوکا دے سکتا ہے۔کسی کے دکھ کی وجہ بن سکتا ہے۔"

"ہم میں سے کوئی ایسا نہیں سوچتا۔ہم تو تمہاری خوشی چاہتے ہیں بٹو! تم ایمان کو دیکھنے ہاسپٹل بھی نہیں گئے' تم نے..."

"اور جاؤں گا بھی نہیں میں تو نہیں لیکن وہ خود سے دشمنی کر بیٹھی ہے۔میں اس کے لئے امتحان نہیں بن سکتا اماں' آپ کے سامنے مجھے اس اقرار میں

بھی شرم نہیں اتی اماں کہ میں،میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں، وہ، وہ جہاں ہے وہاں اب کبھی کوئی نہیں پہنچ سکتا لیکن...“

”عون!میں اس کے پیرنٹس سے اسے مانگ لوں گی۔ہماری ہر خوشی اب اس کے بنانا مکمل ہے۔تمہیں پتا ہے حمزہ اس دن سے زنیرہ کے ہاں چلا گیا ہے۔ اس نے سمرن سے منگنی سے بھی انکار کردیا ہے۔مجھے تو لگتا ہے وہ اپنے ساتھ ہر سکھ لے گئی ہے۔ہم اس کے لئے ہر روایت سے لڑجائیں گے بیٹا پھر اتنا کچھ جو ہو گیا اس کے بعد اس کے پیرنٹس یقینا مان جائیں گے۔“اماں پر جوش آواز میں بولتی چلی گئیں۔عون چپ چاپ ان کا خوشی اور امید سے چمکتا چہرہ دیکھتا رہا۔

”اماں! میری محبت میں اتنی ہمت تو ہے کہ اس کی خاطر ہر روایت سے لڑجاؤں لیکن یہاں محبت کے مقابل بھی محبت ہی ہے۔اماں، ہارون اتنا چاہتا ہے اسے کہ کوئی کسی کو کیا چاہے گا۔میری تو محبت بس ان سات دنوں پر محیط ہے اور ہارون، اسے بچپن سے چاہتا ہے، مجھے ڈر لگتا ہے اماں، میں محبت سے خودغرضی نہیں کرسکتا، سعدیہ بجو سے کہیں اماں، میرے لئے ایک ہفتے

کے اندر اندر لڑکی ڈھونڈیں، میں جلد سے جلد شادی کرنا چاہتا ہوں، اس قصے کو اب ختم کردیں، میں جینا چاہتا ہوں بس آپ لوگوں کی محبتوں اور دعاؤں کے ساتھ پتا نہیں پہلے بھی کس بددعا کے حصار میں ہوں کہ اماں حمزہ کیوں انکار کررہا ہے تبھی سمرن...“

”بس کرو عون! خود کو اتنا نارمل پوز کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے سوچ تو لو بیٹا۔“

”ڈاکٹر عالیہ! آپ کے بہادر بیٹے کو آپ کی دعا کی ضرورت ہے نہ کہ ان آنسوؤں کی۔میں نے کہا ناں میں اب اسے کسی امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا، اماں وہ جس طرح موت کے منہ سے ہر بار بچ جاتی ہے اس کی وجہ صرف ہارون ہے۔اس کی محبت ہے، تو پھر بھلا کیسے، کیسے انہیں جدا کرنے کی خواہش کروں میں؟ چند سال گزریں گے تو سب بھول جائیں گے اس قصے کو، ہوسکتا ہے میں اس محبت پر بیٹھ کر ہنسوں، اسے اپنی ایک حماقت کہوں، اماں زندگی تو ہمیشہ ہم پر تجربے کرتی ہے، میں،میں زندگی کے لئے محض

ایک تجربہ نہیں بننا چاہتا۔مجھے پتا ہے اماں! اس وقت میں نارمل نہیں ہوں لیکن اس وقت میں اتنا پرسکون ضرور ہوں کہ جلد ہی نارمل ہوجاؤں گا۔یہ سکون' یہ خوشی کیا کم ہے کہ کسی کی بے ریا اور سچی محبت میرے لئے ہے' وہ مجھے بہت بڑے بحران سے نکال لائی ہے ورنہ شاید زندگی پر کبھی میرا اعتبار قائم نہ ہوتا' رشتے کبھی میرے لئے اہم نہ ہوتے۔میری شادی ہوجائے گی تو وہ بھی' وہ بھی آسانی سے ہارون کے ساتھ اپنی زندگی کا آغاز کرلے گی۔میں خود ہی سعدیہ بجو سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی رشتوں کی پٹاری کھولیں' اوہ گاڈ حمزہ کو بھی ابھی لے کر آنا ہے اور...''

''اور عالیہ آج مجھے یقین ہو گیا ہمارا بیٹا بڑا ہو گیا ہے۔'' بابا نے اندر آتے ہوئے اس کا فقرہ مکمل کیا تو عون چونک کر مڑا پتا نہیں بابا کب سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

''مجھے تم پر فخر ہے۔''بابا نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے فخر سے کہا تو عون کی آنکھوں کی سطح نم سی ہو گئی اور ایک عجیب سا سکون رگ وپے میں اتر گیا۔شاید یہ سکون اس بروقت فیصلے کے باعث تھا اس لمحے اگر دل میں درد

کی ٹیس ابھری بھی تھی تو اماں اور بابا کو شانت دیکھ کر وہ بھی سکھی ہو گیا تھا۔

{...☆☆☆...}

تم کو معلوم بھی شاید یہ کبھی ہو کہ نہ ہو
میری راتیں تیری یادوں سے سجی رہتی ہیں
تیری یادیں میری سوچوں میں بسی رہتی ہیں
میری آنکھوں میں تیرا سپنا سجا رہتا ہے
میرے دل میں تیرا عکس بسا رہتا ہے
ہاں!اس طرح میرے دل کے بہت پاس ہو تم
جس طرح پاس ہی شہ رگ کے خدا رہتا ہے
تم کو معلوم بھی شاید یہ کبھی ہو کہ نہ ہو

جونہی ڈائری پر نظم مکمل ہوئی۔ڈائری ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور ایسا اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کے باعث ہوا تھا۔آج کتنے دنوں بعد وہ بیڈ پر سیدھی ہو کر بیٹھ پائی تھی۔آج کتنے دنوں بعد اس نے پھر سے یہ جان

لیا تھا کہ وہ زندہ ہے۔آج کتنے دنوں بعد اسے احساس ہوا تھا کہ اس کے تمام رشتے، سبھی محبتیں ایک بار پھر بلاشرکت غیر اس کی ہوچکی ہیں اور آج ہی، ابھی ایک لمحے قبل اس نے ایک گاڑی کا ہارن سنا تھا او ر پوری جان سے لر ز کر رہ گئی تھی۔اس کی موجودگی کا احساس تو وہ میلوں دور سے بھی کر سکتی تھی۔اپنے بیڈ سے کھڑکی تک کا فاصلہ طے کرنے میں وہ بری طرح ہانپ چکی تھی۔لیکن اس کے وہاں پہنچنے تک گاڑی پورچ میں اور گاڑی والا شاید ڈرائنگ روم میں پہنچ چکا تھا۔اس کے دل میں ہلچل سی مچ گئی۔

"عون ہی آئے ہیں۔" کھڑکی کے پردے کو تھامتے ہوئے وہ بے ترتیب سانسوں کے ساتھ نیچے قالین پر بیٹھ گئی۔اس کی اس درجہ قربت کا احساس اسے پاگل کئے دے رہاتھا۔ابھی چند لمحے قبل وہ اس کی یاد کے ساتھ تھی اور اب وہ اس کے گھر میں موجود تھا۔

"کیا اب وہ ہمیشہ کی طرح پر اعتماد ہوگئے ہوں گے؟ پتا نہیں میں ان لوگوں کی اذیتیں کیوں نہ ختم کرپائی؟ حمزہ کا مجھ پر بھروسہ ہی غلط تھا۔وہ تو مجھے دوست سمجھتے ہیں، صرف دوست۔اور میرے سبھی رشتے بھی تو، مگر وہ کیوں

آئے ہوں گے، کیا مجھ سے ملنے؟" اور اس سے آگے اسے سوچنا نہیں پڑا کیونکہ ہارون اندر داخل ہواتھا اس نے لرز کر ہارون کی طرف دیکھا۔ہارون نے اسے یوں بنا کسی شال،سوئیٹر کے نیچے بیٹھا دیکھا تو تیزی سے اس کے قریب آیا۔او ر اسے کندھوں سے تھام کر اٹھایا۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو ایمی! ابھی تھوڑی دیر پہلے تو میں تمہیں، تمہاری ڈائری کیساتھ چھوڑ کر گیاتھا۔پھر یہاں..."

"ہارون! میں،میں ان سے نہیں ملوں گی۔" ہارون کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سہمے ہوئے لہجے میں بولی تو ہارون نے چونک کر اس کے زرد چہرے کو دیکھا۔اس کی کتھئی آنکھوں کی سرخی بتارہی تھی کہ بخار تو اتر گیا ہے مگر جنون ابھی باقی ہے۔

"کیوں؟" فیصلے کی گھڑی جیسے ان دونوں کے بیچ آٹھہری تھی اس کی کتھئی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے ہوئے اس نے درشتگی سے پوچھا۔

"ہارون!" اپنے ہمیشہ والے انداز میں اس نے ہارون کے ہاتھ تھامے اور انہیں آنکھوں سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ہارون نے چند لمحے اسے رونے کے لئے دیئے لیکن اس وقت اس کے دل پر بیتتی قیامت ایمان کے آنسوؤں سے زیادہ خوفناک تھی۔وہ اس سے کبھی بھی کسی قسم کے سوال جواب کاارادہ نہیں رکھتا تھا لیکن ایمان نے اس وقت خود اسے مجبور کردیا تھا۔

"ایمی!" اس نے ایمان کے گھنے بالوں میں آہستگی سے انگلیاں پھیرتے ہوئے اس کا سر اونچا کیا۔اور نرمی سے اس کے گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کو صاف کردیا۔اسے کندھے سے تھامے وہ اسے بیڈ تک لے آیا اور اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے ہارون نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھے۔

'کیوں ایمی؟ عون عباس جعفری میں ایسا کیا ہے کہ تم' تم میری ایمی میری ایمی اس کا سامنا کرنے سے ڈرتی ہے؟" اس کے سامنے بیٹھے وہ اتنے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہاتھا جیسے اس کا ہر اعتراف سننے کے لئے خودمیں ہمتیں جمع کرچکا ہو۔

"ہارون! تمہاری ایمی' تمہاری ایمی' اب ایماندار نہیں رہی۔میں نے تم سے' اس گھر کی روائتوں'اور خود اپنے آپ سے بے ایمانی کی ہے۔ڈیڈی نے کتنی چاہ سے میرا نام ایمان رکھا تھا۔نورالایمان۔شاید وہ نہیں جانتے تھے' اس ایمان کا سارا نور' سارا حسن بے ایمان ہوجائے گا۔ہارون! تمہیں پتا ہے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی اور تم سے تو کبھی نہیں۔میں نے سوچا تھا میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔کبھی نہیں بتاؤں گی لیکن نہ بتاؤں تو کیا دھوکا دوں۔تمہیں' اپنے ہارون کو۔"اس کے "اپنے ہارون" کہنے پر ہارون کے ہونٹوں پر ایک بے بس سی مسکراہٹ آگئی۔ابھی کچھ دن پہلے وہ انہی ہونٹوں سے "میرے عون" سن چکا تھا اور اب وہ کچھ بھی کرلیتا "اپنے ہارون" میں "میرے عون" جیسا جنون کبھی پیدا نہیں کرسکتا تھا اور وہ کہہ رہی تھی۔

"ہارون! میں نے دوستی کو محبت کے لئے بد دعا بنتے دیکھا ہے۔تم مجھے محبت کرتے رہے' اور میں تم سے دوستی کا رشتہ رکھے رہی'اور وہ وہ جس سے محبت کی' اس کے لئے میں بس دوست ہوں۔صرف دوست۔تمہاری محبت کی بددعا لگ گئی ہارون۔"

"میں نے کبھی تمہیں بددعا نہیں دی۔" ہارون نے آہستگی سے اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔

"ہاں جن سے محبت کی جاتی ہے' ان سے بس محبت ہی کی جاسکتی ہے' انہیں بس دعا ہی دی جاسکتی ہے ہارون' تم میرے لئے دعا کرو ہارون! تم سے بڑھ کر کون چاہے گا کبھی مجھے۔" اس نے اک آس سے ہارون کی طرف دیکھا۔ جو سر جھکائے بیٹھا پتا نہیں کس جہاں میں پہنچ چکا تھا۔

"ہارون!" اس نے آہستگی سے ہارون کا ہاتھ ہلایا تو وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ہارون کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہی تھیں۔

"جانتی ہو ایمی! اتنا بڑا ہو گیا ہوں میں' لیکن اس دن تمہاری آنکھوں میں عون کے لئے ایک عجیب سی روشنی پھوٹتی دیکھ کر میں بہت رویا تھا۔اور اس دن تم نے بے ہوشی میں اسے میرے عون کہا' تو ایمی جسے ہم نے ہمیشہ چاہا ہو' وہ کسی اور سے' مجھے بھی دکھ تو ہونا ہی تھا۔لیکن میں نے بھی سوچ لیا تھا کبھی تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔تم نے مجھ پر بھروسہ کرکے مجھے ہمت دی ہے ڈیئر کزن! ہم روایتوں سے نہیں لڑسکتے' اپنے بزرگوں کو مزید دکھ نہیں

دے سکتے۔اور شاید اپنی بدقسمتی سے بھی نہیں لڑسکتے' لیکن اپنی ایمی کے لئے..." اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے وہ پل بھر کے لئے رکا۔

"اپنی ایمی کے لئے تو ہارون حسن جان بھی دے سکتا ہے۔تم تم جو کہو' تمہارا یہ جو... ہے ناں ایمی! بہت خودغرض ہے' واقعی بہت زیادہ خودغرض ہے لیکن صرف تمہارے لئے۔"

"تھینک یو ہارون! اور میں سوچتی تھی تم شاید مجھے نہ سمجھوگے' ہارون ممی' ڈیڈی سے کہو' اب ہماری شادی کردیں۔"ایمان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ہارون کے الفاظ نے جیسے اسے ہمت دی تھی۔وہ ہارون پر یا اپنے گھر والوں پر کوئی احسان جتائے بنا اب اس مرحلے سے گزر جانا چاہتی تھی۔اور ہارون اپنی جگہ دنگ رہ گیا تھا۔

{...☆☆☆...}

"ہاں اور ہونا بھی یہی چاہئے۔عون ٹھیک کہہ رہا ہے احمد تم لوگوں کو جلد سے جلد کراچی چلے جانا چاہئے۔نبیل یقینا ہماری فیملی کو انوالو کرے گا۔اس سے پہلے

ہمیں تمام اقدامات کرلینا چاہئے۔" حسن صاحب نے بھی عون کی تائید کی تو احمد صاحب سر ہلا کر رہ گئے۔عون انہیں راضی ہوتے دیکھ کر جانے کے لئے اٹھا تو مہرین احمد بول اٹھیں۔

"آپ کہاں چل دیئے بیٹا! چائے تو پی کر جاؤ۔"

"نہیں ماں جی ابھی بہت کام ہے۔پھر حاضر ہوں گا۔" عون مودب لہجے میں بولا۔اسے ایمان کی نفیس سی ممی بالکل اپنی اماں جیسی لگتی تھیں۔

"عون بیٹا! تم نے ہمارے لئے جو کچھ کیا وہ کوئی اپنا ہی کرسکتا ہے۔ہم زندگی بھر کبھی تمہارا یہ احسان..."

"کیا کہہ رہی ہیں ماں جی! بیٹا بھی کہتی ہیں اور احسان کی بات بھی کرتی ہیں۔" عون شرمندہ سے لہجے میں گویا ہوا۔

"تم نے اپنی مدر سے بھی نہیں ملوایا۔"

"اماں تو خود آپ سے ملنا چاہتی تھیں لیکن ایسے حالات میں میں نہیں چاہتا ہمارا کسی بھی قسم کا تعلق ظاہر ہو۔میں آپ کو وہاں سے جیسے صاف بچا کر نکال لایا ہوں وہ بہت بڑا رسک تھا لیکن یہ کوئی

حسان نہیں تھا۔دوستی کا اتنا حق تو بنتا ہی تھا۔" وہ روانی میں بولتے بولتے یکبارگی رک گیا اور ان لوگوں سے جانے کی اجازت لے کر چلا گیا۔

"ہاں وہ کہہ تو صحیح رہا ہے۔وہ نہ بھی مانے لیکن اس کا کتنا بڑا احسان ہے ہم پر ورنہ جس طرح ہماری اپنی بیٹی نے ہمیں رسوا کردیا ہے کتنا بڑا اسکینڈل بن سکتا تھا۔ہماری برسوں کی عزت مٹی میں مل جاتی۔"

"بس کیجئے اباجی! آپ چل کر آرام کریں۔ہمیں صبح ہی کراچی کے لئے روانہ ہونا ہے۔" مہرین احمد خود پر قابو پاتے ہوئے کھڑی ہوئیں اور انہیں بازو سے تھام کر ان کے کمرے میں چھوڑ آئیں اور پھر آکر اپنے کمرے میں لیٹ گئیں۔آنکھوں کے سامنے گزرے دن کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔انہیں آج ماضی کا ایک ایک لمحہ یاد آرہا تھا۔انہیں یہ سوچ کر صدمہ ہوتا تھا کہ انہوں نے عبیر کو اس قدر کیوں چاہا کہ اپنی سگی بیٹی کو بھی بھول گئیں اور عبیر نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ان کی اتنی بے لوث چاہت کے جواب میں اس نے انہی کو ہتھیار بنالیا۔انہیں اغوا کروالیا وہ جہاں رہی تھیں وہاں انہیں کسی قسم کی جسمانی تکلیف تو نہیں تھی لیکن وہ وہاں بھی یہ سوچ سوچ کر تڑپتی رہی

تھیں کہ انہیں اغوا کرنے والوں میں عبیر ان کی اپنی بیٹی بھی شامل ہے۔ انہوں نے کتنی دعائیں مانگی تھیں کہ اب ایمان کا سامنا زندگی میں کبھی نہ ہو۔ جس طرح انہوں نے اس کے حقوق' اس کی خوشیاں چھینی تھیں وہ کوئی ماں نہیں کر سکتی اور اس کی وجہ شاید صرف یہی تھی کہ وہ لاشعوری طور پر خود کو عبیر کا مجرم سمجھتی تھیں۔ انجانے میں وہ عبیر کی ماں کی موت کا سبب بن چکی تھیں اور بعد میں وہ ہمیشہ یہی چاہتی رہیں کہ عبیر کو ان کی ذات سے کوئی دکھ نہ ملے اور اس کے لئے وہ ہمیشہ ایمان کی نفی کرتی آئی تھیں۔ عون انہیں وہاں سے نکال لایا تھا لیکن ان کے کانوں میں اب تک فائرنگ کی وہ خوفناک آوازیں گونجتی تھیں۔ دکھ تو انہوں نے بہت سہے تھے لیکن اس عمر میں یہ صدمے ان سے برداشت نہ ہو رہے تھے۔

"اباجی ٹھیک کہتے ہیں۔ کتنی ذلت اٹھانا پڑتی پورے خاندان کو جو یہ خبر اخباروں میں آجاتی۔ وہ تو شکر ہوا' عون رحمت کا فرشتہ بن کر ہمیں اس مصیبت سے نکال لایا اور اس نے ہمارا کیس بننے ہی نہیں دیا۔ اس قصے کو بالا ہی بالا

نمٹا دیا۔ نبیل اور ان اسمگلرز کو پکڑا کر ان کے پچھلے مقدموں پر ہی کیس شروع کیا ورنہ..."

"مہرین!" احمد صاحب کی آواز پر وہ ہڑبڑا سی گئیں۔ "کہاں گم ہو؟ وہ سب بھولنے کی کوشش کرو' کل ہمیں روانہ ہونا ہے۔ امی کو بھی جا کر بتاؤ' بلکہ ہارون سے کہو..."

"احمد! عبیر کا کیا ہوگا؟" جہاں ایمان کا نام آتا وہاں عبیر کے حقوق کی جنگ کے لئے ڈٹ جانا ان کی سدا کی عادت تھی اور اب بھی وہ اس سے باز نہ آئیں تو اپنی اس بے ساختگی پر وہ پل بھر کے لئے چپ سی ہو گئیں۔ احمد صاحب بھی کل کا اخبار اٹھا کر یوں دیکھنے لگے جیسے اس سے اہم کام کوئی دوسرا نہ ہو۔

"احمد! میں..."

"عبیر کے موضوع پر مہرین اگر تم نے ایک لفظ بھی کہا تو میں بہت سختی سے پیش آؤں گا۔ ہم جتنے تباہ ہو چکے ہیں وہ میرے لئے کم از کم بہت ہے۔ میری امی موت کے منہ سے واپس آئی ہے اور تم..."

"آئی ایم سوری... میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔میں آپ کے لئے اچھی سی چائے لاتی ہوں اور امی کو جانے کا بتا کر آتی ہوں۔" مہرین احمد نے خود ہی موضوع بدل دیا اور اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

"ہاں اور مناسب بھی یہی ہے کہ اب عبیر کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں ابا خود کریں کیونکہ عبیر کو نبیل کی سرپرستی میں دینے کا فیصلہ بھی انہی کا تھا۔" اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے وہ بڑبڑائے تھے اور پھر بیڈ پر نیم دراز ہو کر وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوگئے۔

{...☆☆☆...}

آج بڑے عرصے بعد وہ سب مل کر خوشگوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔ حسن صاحب نے ایک نظر ہارون کی کسی بات پر مسکراتی ایمان کو دیکھا۔وہ بہت کمزور ہوگئی تھی۔آنکھیں بجھی بجھی اور چہرے کی رنگت زرد ہو رہی تھی۔لیکن انہیں اپنی یہ بھتیجی بہت پیاری تھی کیونکہ بھتیجی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ان کی ہونے والی بہو بھی تھی۔ہارون اور ایمان کی شادی تو ان کی مرحومہ بیگم کا بھی خواب تھا۔وہ کچھ سوچ کر مسکرادیئے اور گلا کھنکھار کر گویا ہوئے۔

"اباجان! پچھلے دنوں ہم نے بڑے عذاب دیکھے ہیں۔اب حالات ٹھیک ہوئے ہیں تو میں چاہتا ہوں کوئی باقاعدہ جشن منایا جائے۔"تایا ابا کے الفاظ پر ایمان لرز کررہ گئی۔ان کے الفاظ میں چھپا مفہوم اس سے پوشیدہ نہ رہا۔حالانکہ وہ خود بھی یہی چاہتی تھی اور اس نے تو ہارون سے بھی کہا تھا لیکن کسی دوسرے کے منہ سے اس خواہش کا اظہار کافی تکلیف دہ تھا۔

"ہاں... میں بھی یہی سوچ رہا ہوں حسن! کیا خیال ہے احمد اب ہارون اورایمان کے فرض سے سبکدوش نہ ہوجائیں۔بچے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔" دادا ابا نے حسن صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے ڈیڈی سے پوچھا لیکن ڈیڈی کے کچھ بھی بولنے سے پہلے وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اس سے اب مزید برداشت نہیں ہوسکتا تھا لیکن اس کے کھڑے ہوتے ہی ساتھ بیٹھے ہارون نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"رکو امی! وہ مجھے آپ سب سے ایک بات کرنی ہے۔" ہارون بھی اس کی طرح چمچ پلیٹ میں رکھ کر کھڑا ہوگیا۔

"ایسا بھی کیا ہے برخوردار! جو اس وقت تم کہو گے۔ دیکھو اگر شادی لیٹ کرانے کے متعلق کچھ کہنا ہے تو بالکل مت کہنا' اب میں جلد سے جلد..."

"پلیز دادا ابا! میری بات بھی تو سنئیے۔" ہارون نے لجاجت سے ان کی بات کاٹی تو ایمان سر اٹھا کر ہارون کی طرف دیکھنے لگی۔اس وقت وہ حد سے زیادہ سنجیدہ لگ رہا تھا اور ایمان نے محسوس کیا۔اس نے جس ہاتھ سے اسے روک رکھا تھا وہ بھی ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔نہ جانے اب وہ کونسا انکشاف کرنے والا تھا۔ایمان سانس روکے اسے دیکھنے لگی۔اسے لگا ہارون جو کچھ بتانے والا ہے وہ اسی کے متعلق ہے۔وہ تو ہارون کو اپنا دوست سمجھتی تھی وہ اسے یوں بزرگوں کے سامنے رسوا کرے گا یہ تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

"اب کہہ بھی چکو ہارون! میرا تو دل ہول رہا ہے۔" مہرین احمد نے سراسیمگی سے کہا تو ہارون نے اک نظر ایمان کی ہراساں آنکھوں میں جھانکا۔اس ایک نظر میں جانے کیا کچھ تھا۔نارسائی کا دکھ' ہر غم خود پر سہہ جانے کا عہد' ایمان سمجھ نہ پائی وہ اس ایک نظر میں کیا کیا کہہ گیا تھا۔ہونٹوں کو ایک

دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے جیسے اس نے آخری بار تمام لفظوں کو ترتیب دی اور بے تاثر لہجے میں گویا ہوا۔

"بات یہ ہے کہ' دادا ابا میں... میری شادی کی بات ابھی مت کیجئے' کیونکہ میں عبیر سے شادی کروں گا۔"

"ہارون۔" سب کے ہونٹوں سے اس کا نام کسی سسکی کی صورت نکلا۔وہ اتنا خوفناک انکشاف کر گیا تھا جس کا وہاں موجود کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا۔ہارون نے نظر پھیر کر اپنے برابر کھڑی ایمان کو دیکھا۔توقع کے مطابق اس کی آنکھیں حیرت اور صدمے کے مارے پھٹی جا رہی تھیں۔لیکن اس وقت وہ کسی وضاحت کی پوزیشن میں نہیں تھا اور نہ ہی اب اس چہرے کے بعد کچھ دیکھنے کی آرزو رکھتا تھا۔اس نے آہستگی سے اپنے ہاتھ میں دبا اس کا نازک سا ہاتھ چھوڑ دیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔وہ لمحہ لمحہ نظر سے دور ہوتا جا رہا تھا لیکن ایمان کے ہونٹ جیسے سل گئے تھے۔وہ اسے پکار ہی نہ سکی اور وہ دور ہوتا گیا۔دور... بہت دور...

{...☆☆☆...}

"اب بس بھی کردو حمزہ گھر چلو اور یہ زنیرہ بجو سے تمہاری ایسی کونسی رشتہ داری ہے کہ اپنا گھر چھوڑ کر یہاں چلے آئے ہو؟"عون پچھلے آدھے گھنٹے سے اسے قائل کرنے کی کوشش کررہاتھا لیکن وہ سر جھکائے یوں خاموش بیٹھا تھا جیسے اسے سن ہی نہ رہا ہو۔عون اس کی مسلسل خاموشی سے اکتا کر گویا ہوا۔

"حمزہ! کچھ تو کہو یار! مجھے پتا ہے میں نے سب کو ہرٹ کیا ہے۔لیکن تم تو سب حالات سے واقف تھے۔یہ سب یونہی ہونا تھا حمزہ۔فار گاڈ سیک! یہ ناراضگی ختم کردو۔"

"میں تم سے خفا نہیں ہوں۔"عون کے چپ ہوجانے کے کتنی ہی دیر بعد حمزہ آہستگی سے گویا ہوا۔اس کے لہجے میں پچھتاوے بول رہے تھے۔عون نے چونک کر اسے دیکھا۔آج سے پہلے اس نے کبھی حمزہ کواتنا ملول نہیں دیکھا تھا۔

"یار ماما جی! میں تو خود سے خفا ہوں۔میں چاہ کر بھی خود کومعاف نہیں کرپارہا۔میں چاہتا تو انہیں تم سے بددل کرسکتا تھا لیکن میں' میں تمہارا بھی مجرم

ہوں۔میں اپنے لالچ میں اندھا ہوگیا تھا یار ماماجی! میں تمہیں خوش اور پرسکون دیکھنا چاہتا تھا اسی لئے میں نے..."

"حمزہ! کیا کیا ہے تم نے۔کیا تم نے ایما کو..."

"میں نے ایمان جی کو سب کچھ تمہارے اور عبیر کے متعلق سب کچھ بتادیا تھا۔ہاں تمہارے بتانے سے پہلے ہی وہ سب جانتی تھیں۔میں نے اس روز بڑے ابا کو مجبور کیا کہ وہ ایمان جی سے شادی کی بات کریں۔بڑے ابا بات نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے انہیں مجبور کیا۔ظاہر ہے بڑے ابا کی باتوں سے ایمان جی کو بہت کچھ پتا چل گیا اور پھر میں نے انہیں بتادیا کہ تم یار ماماجی! میں لالچی ہوگیا تھا۔میں نے سوچا تھا کہ اگر ایمان جی جیسی مکمل لڑکی تمہیں چاہنے لگے گی تو تم اس ناکامی کو بھول جاؤگے اور اس لالچ میں میں نے ایمان جی کے دکھوں کا سوچا ہی نہیں۔اب میں اس گھر میں نہیں رہ سکتا۔میں ایمان جی کا مجرم ہوں' میں نے محبت کو کھلونا سمجھ کر کھیل کھیلنا چاہا تھا' اس لئے اب میں اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی محبت..."

"شٹ اپ حمزہ! تم جتنا کر چکے ہو وہ بہت ہے۔میں گھر جارہا ہوں۔آدھے گھنٹے کے اندر اندر اپنا سارا سامان لے کر گھر پہنچو۔"عون نے اسکا فقرہ بھی مکمل نہ ہونے دیا۔اور قطعی لہجے میں کہتا اٹھ کر باہر نکل گیا۔حمزہ بے بسی سے اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔پھر اٹھا اور اپنی پیکنگ کرنے لگا وہ اب عون کی کوئی بات ٹالنا نہیں چاہتا تھا۔وہ جانتا تھا اپنی جذباتیت میں وہ ایک ایسی غلطی کر چکا تھا کہ جس کا ازالہ ممکن نہیں لیکن عون کے سامنے سب کہہ ڈالنے کے بعد وہ کچھ پرسکون سا ہو گیا تھا۔

{...☆☆☆...}

ابھی ابھی جو کچھ ہوا تھا وہ اس کی توقع اور برداشت سے قطعی باہر تھا۔اپنی جگہ پر ساکت بیٹھی وہ اب تک اد کھلے دروازے کو ساکت آنکھوں سے دیکھے جارہی تھی۔وہ آرزو جسے اب تک وہ ناممکن قرار دے کر بھلانے کی سعی شروع کر چکی تھی۔یوں اچانک پوری ہوجائے گی اس نے تو کبھی سوچا ہی نہ تھا۔تیز ہوا کے جھونکے سے کھٹ سے کھڑکی کا پٹ کھلا تو وہ باقاعدہ ہڑبڑا گئی۔

"کبھی بھلا یوں بھی ہوتا ہے۔کیا واقعی محبت اتنا عظیم جذبہ ہے کہ انسان اپنا ہر مفاد صرف محبوب کی خوشی کی خاطر تیج دیتا ہے۔ہارون! ہارون حسن یہ تم نے کیا کیا مجھے محبت کے کن معنوں سے آشنا کر گئے ہو۔ابھی کچھ دیر قبل تک میں کیا تھی۔میرا غرور اور میری ضد ہی میرے لئے سب کچھ تھا۔میں نے اتنی غلطیاں کیں لیکن کبھی ایک لمحے کو بھی میں پچھتائی نہیں۔نبیل ماموں تو کہتے تھے محبت ہمیں تبھی مل سکتی ہے جب ہمارے اندر اتنا حوصلہ ہو کہ ہم اسے چھین سکیں۔اسے پالینے کا حوصلہ رکھتے ہوں پھر یہ کیا ہے' یہ محبت کی کونسی شکل ہے؟ وہ محبت جو تمہارے بس میں تھی' جسے پانے کے لئے تمہیں کسی حوصلے یا جنگ لڑنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔اسے تم خود چھوڑ رہے ہو۔بنا مانگے کسی دوسرے کو دے رہے ہو۔کیوں' ہارون؟ تمہاری محبت کا دل اتنا بڑا کیسے ہے کہ تم اسے کھو کر بھی مکمل نظر آتے ہو۔کوئی تشنگی'کوئی کمی' تمہاری ذات سے ظاہر نہیں ہوتی۔ایسے کیسے ہوتا ہے۔شاید تم محبت کی اس منزل پر پہنچ چکے ہو جسے عشق کہتے ہیں۔"

ٹھنڈی ہوا کے ظالم جھونکے اس کے بدن میں سیسے کی طرح اترتے جارہے تھے وہ آہستگی سے اٹھی اور کھڑکی بند کرنے کے لئے جب اس نے ہاتھ بڑھایا تو ٹھٹک سی گئی۔سامنے پورچ میں کھڑی گاڑی کے ارد گرد وہ سب کھڑے تھے۔ڈیڈی' دادا ابا' تایا ابا' ذیشان' مہرین احمد اور نورالایمان احمد' اس کے سارے جسم میں نفرت کے الاؤ دہک اٹھے۔

"ایمان اور مہرین احمد کو اس گھر سے دور کرنے کے لئے میں نے اپنی ذات کو دو کوڑی کا کردیا اور یہ دونوں آج بھی اسی استحقاق سے سب کے ساتھ ہیں۔ نہیں' میں نہیں چین سے نہیں رہنے دوں گی۔ان کا خیال ہے یہ مجھے یہاں پھینک جائیں گے اور میں' میں بھی جاؤں گی ان کے ساتھ۔" ایک لمحے میں اس نے فیصلہ کیا اور جنونی انداز میں دروازے کی طرف بڑھی لیکن ادھ کھلے دروازے سے دو قدم پہلے ہی اس کے پاؤں جیسے کسی ان دیکھی زنجیر میں جکڑے گئے۔پچھلے ایک ہفتے سے وہ اس کمرے میں قید تھی اور وہ مسلسل یہاں سے نکلنے کا راستہ سوچتی رہی تھی اور اب دروازہ کھلا تھا وہ چند قدم اور

اٹھاتی تو اس قید خانے سے نکل کر وہ پھر سے ایمان کی زندگی اجیرن کر سکتی تھی لیکن وہ ٹھٹک گئی تھی۔

"نہیں عبیر احمد' اپنی ضد کا یہیں پر خاتمہ کردو۔اب اس سے آگے ایک قدم بھی اٹھایا تو بربادی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔" کوئی اس کے اندر بہت بھرپور لہجے میں چیخا اور وہ سر جھکا کر چپ چاپ اپنی جگہ کھڑی رہی۔اس کی سماعتوں میں باہر سے آتی آوازیں حشر برپا کررہی تھیں۔لیکن وہ ساکت ہی رہی۔گاڑی اسٹارٹ ہوئی گیٹ کھلنے کی آواز آئی' گاڑی کے گیٹ سے نکلنے کی آواز آئی۔ لیکن وہ وہ جیسے بہری ہوگئی تھی۔اس کی آنکھیں ایک نقطے پر مرتکز تھیں اور کانوں میں بس ایک آواز گونج رہی تھی۔

"عبیر! کیا تم مجھ سے شادی کروگی؟" اس نے کتنے بکھرے لہجے میں کہا اور عبیر بس اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔یہ الفاظ وہ کہہ رہا تھا' یہ الفاظ وہ کبھی کہے گا' اس نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ابھی چند دن پہلے ہی تو اس نے یہ آفر اس کے سامنے رکھی تھی اور شاید وہ اسے مجبور کرکے آمادہ بھی کرلیتی

لیکن ہارون... ایک ایک کرکے تمام مناظر ایک بار پھر سوچ کے پردے پر ہلچل مچانے لگے۔

اسے یاد تھا جب سے اس نے دنیا اور دنیا کی مکاریوں کو سمجھنا شروع کیا تھا۔ اس نے نبیل ماموں اور سدرہ پھپھو کو لڑتے ہی دیکھا تھا اوراس لڑائی کا انجام ہمیشہ یہ ہوتا کہ نبیل ماموں سدرہ پھپھو کو روئی کی طرح دھنک ڈالتے۔شروع میں اسے سدرہ پھپھو پر ترس آیا تھا لیکن آہستہ آہستہ اسے بھی اس عورت سے نفرت ہوگئی۔جب نبیل ماموں کے زبانی اسے تمام حالات کی اصلیت کا علم ہوا۔وہ عورت بدکردار تھی۔اس کی شادی کے بعد بھی حبیب ترمذی سے تعلقات تھے۔یہ سب باتیں جب اسے نبیل ماموں نے بتائیں تو اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ اسے مار ڈالے۔اور پھر جب نبیل ماموں سدرہ پھپھو کو مارتے اسے انجانی سی خوشی ہوتی۔اس نے سدرہ پھپھو کی بے جاروک ٹوک کو اہمیت دینی بالکل چھوڑ دی۔اس کے بہت سے دوست تھے جن کے ساتھ وہ رات کو بھی کلب اور پارٹیز میں جانے لگی تھی۔ایک آدھ بار سدرہ پھپھو نے اسے کہا تھا کہ وہ پاکستان اپنے ڈیڈی اور باقی لوگون سے بات کرنا چاہتی ہے تو وہ

کروادیں گی لیکن ان کی یہ باتیں سن کر نبیل ماموں نے ان کے وہ لتے لئے کہ پھر کبھی بھول کر بھی انہوں نے اس سے پاکستان کے موضوع پر بات نہ کی۔اور اسے تو سرے سے ایسے کسی موضوع کو چھیڑنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔اس کے دوست' اس کی تفریحات اور عیاشیاں ہی اس کی زندگی تھیں۔وہ بہت خوش اور مگن تھی اپنی اس آزاد زندگی میں کہ ایک روز اس نے پاکستان سے آیا ہوا پارسل کھول کر دیکھ لیا۔سدرہ پھپھو پتا نہیں کیسے اس پارسل کو لاؤنج میں بھول گئی تھیں ورنہ انہیں پتہ تو تھا کہ نبیل ماموں دیکھ لیتے تو کیسی قیامت آتی۔پارسل کھولتے ہوئے وہ سوچنے کے ساتھ دروازے کی طرف بھی دیکھے جارہی تھی۔اسے راہول بیدی کا انتظار تھاوہ اس کا نیا نیا دوست بنا تھا۔انڈیا کا رہنے والا تھا اور لندن گھومنے پھرنے آیا تھا اور اس کے بقول عبیر نے اسے گھما کر رکھ دیا تھا۔آج بھی انہیں ایک بہت شاندار پارٹی میں جانا تھا لیکن وہ عبیر نے جھٹکے سے پارسل کی سیل کھولی اور پارسل سے بہت سی تصویریں گر کر زمین پر بکھر گئیں۔اس نے جھک کر اپنی فطری لاپروائی سے جھک کر ان تصویروں کو اٹھانا چاہا تو جانے کتنے ہی لمحے گزر گئے وہ اسی

طرح جھکی رہ گئی۔اس کی نگاہوں کے عین سامنے ایک تصویر تھی جس میں ایک بہت خوبصورت لڑکی اور وجیہہ لڑکا نظر آرہے تھے لیکن اس کی توجہ اس لڑکے نے کھینچی تھی۔وہ بہت خوبصورت تھا اس کی ڈارک براؤن آنکھوں میں ایک دلکش مسکان ٹھہری تھی جس نے اس کے چہرے کو ایک الوہی سی چمک دے رکھی تھی۔عبیر نے آج تک اتنا دلکش مرد نہیں دیکھا تھا۔اس کے کئی بوائے فرینڈز بنے تھے اور ان میں بہت سے خوبصورت بھی تھے لیکن ایسا جادو تو کسی چہرے میں نہیں تھا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کون ہے' وہ پاکستان سے آئے کسی خط یا رشتے سے تعلق نہیں رکھنا چاہتی تھی لیکن اس شخص کے بارے میں وہ ایکدم سب کچھ جان لینا چاہتی تھی۔اس نے بیقراری سے تصویر کو پلٹ کر دیکھا لیکن اس کے پیچھے کچھ نہیں لکھا تھا۔

"سدرہ پھپھو تو جانتی ہوں گی اسے۔" وہ اضطراری انداز میں ہونٹ کاٹتی سدرہ پھپھو کے بیڈروم کی طرف بڑھی۔

"کم آن ڈیئر! راہول نہیں آیا کیا؟" نبیل ماموں بیڈ پر لیٹے کوئی بک پڑھ رہے تھے اس کے چہرے کے تاثرات سے وہ یہی سمجھے کہ وہ راہول کے لیٹ ہوجانے پر خفا تھی۔

"ماموں! سدرہ پھپھو کہاں ہیں؟"

"کیا کام ہے تمہیں اس سے' وہ تو شاید آج شام کسی سوشل پارٹی میں..."

"ماموں! یہ لڑکا کون ہے؟" اس سے زیادہ صبر اس میں نہیں تھا وہ تیزی سے بولتی ان کے برابر بیڈ پر آبیٹھی نبیل ماموں نے اس کے ہاتھ سے تصویر لے کر دیکھی تو ان کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا۔

"تم کیوں پوچھ رہی ہو بے بی؟" نبیل ماموں نے کافی دیر بعد خاموشی توڑی تو عبیر بے مزہ سی ہوگئی۔

"ماموں! میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

"واٹ۔" نبیل ماموں کو جیسے بچھو نے ڈنک مارا تھا۔"عبیر! پاگل تو نہیں ہوگئیں۔شادی کا مطلب بھی معلوم ہے تمہیں۔جس کے بارے میں تم جانتی نہیں ہو کہ وہ کون ہے۔تم اس سے شادی..."

"میں بچی نہیں ہوں ماموں! یہ فیصلہ میں نے سوچ کر کیا ہے۔یہ شخص ایک نظر میں میرے دل میں اتر گیا ہے۔مجھے جب بھی شادی کرنا ہے صرف اسی سے کرنا ہے اور یہ فائنل ہے۔" نبیل ماموں کی بات کاٹ کر وہ بلا جھجک بولتی چلی گئی اسے پتا تھا نبیل ماموں بہت دیر تک اسے ٹال نہیں سکتے۔کیونکہ آج تک انہوں نے اس کی ہر فرمائش مانی تھی۔

"فار گاڈ سیک بے بی! اگر تم میری بات سنو تو شاید تم..."

"مجھے اس سے آگے کچھ نہیں سوچنا ہے ماموں! پھر بھی آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہیں۔" بیڈ پر ان کے سامنے ٹکتے ہوئے وہ اس لہجے میں بولی کہ نبیل ماموں سمجھ گئے اب وہ اپنا فیصلہ نہیں بدلے گی لیکن پھر بھی ایک کوشش کے طور پر انہوں نے اس کے سامنے اس کی ماں کی مظلومیت اور باپ اور باپ کے پورے خاندان کے مظالم کے بارے میں تمام تفصیلات رکھ دیں۔وہ ان سب سے شدید نفرت کرتے تھے اور ان کے تمام الفاظ زہر آلود تھے۔اس قدر تکلیف دہ تھے کہ وہ اپنی رگ رگ میں بھڑکتے نفرت کے شعلوں سے خود کو

بچا نہ سکی۔اس کی سیاہ آنکھوں میں چمکتے بے یقینی کے آنسو دیکھ کر وہ ساری بات کے اختتام میں گویا ہوئے تھے۔

"بے بی! میں تو تمہیں پاکستان سے دور رکھتا رہا ہوں اور تم' ہاں' یہ سچ ہے وہ کروڑوں کی پراپرٹی تمہاری ہے۔اس گھر میں ان ماں بیٹی کو نہیں' تمہیں ہونا چاہئے لیکن اگر میں تمہیں وہاں چھوڑ دیتا تو وہ مہرین مار ڈالتی تمہیں' بالکل ویسے ہی جیسے اس نے آپی کو مار دیا تھا اور یہ لڑکا حق تو اس پر بھی صرف تمہارا ہے لیکن یہ لڑکی دیکھ رہی ہو' تمہاری سوتیلی بہن نورالایمان احمد تم سے تمہارا یہ حق بھی چھین چکی ہے۔وہ ہارون کی منگیتر ہے۔تمہارا حق وہاں کوئی نہیں مانے گا۔تم بھول جاؤ سب۔"

"نہیں میں انہیں اپنا کوئی حق معاف نہیں کروں گی۔میں کچھ نہیں بھولوں گی۔" نبیل ماموں کے مشورے پر وہ احتجاجاً چلائی اور اسی وقت اٹھ کر ان کے کمرے سے نکل آئی۔اس کے بعد دو دن تک وہ لمحہ لمحہ اسی ایک نقطے پر سوچتی رہی۔راہول نے اسے کئی بار فون کیا وہ اپنے نہ آنے پر معافیاں مانگتا رہا۔اس کے دوسرے دوست بھی اس کی کلب سے غیر حاضری پر اسے

کانٹیکٹ کرتے رہے لیکن وہ جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔کوئی بھی آواز اسے زندگی کا احساس نہ دلا سکی اور تیسرے روز جیسے اس کی سبھی بیقراریوں کو قرار مل گیا۔نبیل ماموں رات گئے اس کے کمرے میں آئے ان کے ہاتھ میں دو ٹکٹ تھے۔عبیر نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"مجھے تمہاری خوشی سے بڑھ کر کچھ عزیز نہیں' تم سدرہ کے ساتھ پاکستان جاؤ' ایک دو ماہ میں یہاں سب بکھیڑے سمیٹ کر میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔اور پھر جو تم چاہوگی وہی ہوگا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتے اسے زندگی کی نوید سنا گئے۔وہ مارے خوشی کے ان سے لپٹ گئی۔

اور پھر وہی ہوا جو اس نے چاہا۔اسے پاکستان آنے کا کبھی شوق نہیں رہا لیکن اسے ہارون کے لئے اپنی شدید محبت کا احساس اس وقت ہوا جب پہلی بار اس نے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا۔تب ہی اس نے تہیہ کرلیا تھا وہ اس شخص کو پانے کے لئے کسی بھی حد تک جائے گی۔اسے اپنی سیاہ گھنگھور آنکھوں اور شخصیت کے چارم پر بہت بھروسہ تھا۔وہ اب تک بہت سے دلوں کو اپنے سانولے سلونے روپ سے گھائل کرچکی تھی لیکن ہارون حسن سے

مل کر اس کی سبھی خوش فہمیاں دھری کی دھری رہ گئیں۔ہارون حسن کا تو جہاں ہی اور تھا۔اسے دنیا میں بس ایک ہی چہرہ نظر آتا تھ اور وہ عبیر کا نہیں نورالایمان احمد کاتھا۔اس کی سوتیلی بہن کا۔ہارون تو اسے کالی چڑیل سمجھتاتھا اور ہارون کی اس بے اعتنائی کا بدلہ اس نے ارادی طور پر دوسرے خوبصورت مردوں سے لینا شروع کردیا۔وہ جب کسی خوبصورت چہرے والے شخص سے اپنی تعریف سنتی تھی تو اسے ہربار یہی لگتا کہ اس نے ایمان سے اس کے بے پناہ حسن سے فتح پائی ہے۔ایسے لمحوں میں وہ جان بوجھ کر نورالایمان احمد کاروپ دھارلیتی تھی۔وہی کاسنی آنچل'اسی جیسا سادہ اور پرخلوص لہجہ' اسی کی جیسی شاعرانہ سی باتیں' اسی جیسی سنہری بالیاں' سوائے چہرے کے وہ ایمان کی ہر ادا اپنا لیتی تھی۔اس طرح وہ ان خوبصورت مردوں کو چھوڑنے کے بعد یہ خوشی محسوس کرتی تھی کہ وہ نورالایمان کے نام اور اس کی حسین اداؤں سے تاعمر نفرت کریں گے لیکن اس کھیل میں بھی اس کی توجہ ہارون پر سے کبھی نہ ہٹی تھی اور پھر نبیل ماموں نے واپس آکر یہاں بھی

آہستہ آہستہ اپنا بزنس جمانا شروع کردیا۔وہ پہلے بھی اکثر ان کے چھوٹے موٹے کام کردیا کرتی تھی لیکن ایک روز نبیل ماموں کی فرمائش پر وہ حیران ہی رہ گئی۔کوئی پولیس افسر تھا جس کی وجہ سے وہ اور علی ترمذی خاصے پریشان تھے۔حبیب ترمذی کا سارا کالا دھندہ پاکستان میں علی ہی سنبھالتا تھا۔

"لیکن اس سلسلے میں میں کیا کروں؟" اس نے جھنجلا کر نبیل ماموں سے پوچھا۔

"تمہیں اس کی توجہ ہم پر سے ہٹانی ہے تاکہ ہم اپنے اڈے خالی کرسکیں۔"

"واٹ! یہ کوئی چھوٹا کام ہے کیا۔میں آپ کے بیگ تو لا'لے جا سکتی ہوں مگر یوں ایک پولیس آفیسر کے ڈائریکٹ سامنے میں نہیں جاؤں گی۔میں کوئی بدنامی افورڈ نہیں کرسکتی۔آپ شاید بھول رہے ہیں میری یہاں آمد کامقصد کیا تھا؟ مجھے یہاں آئے کتنا عرصہ ہوچکا ہے اور ہارون..."

"شٹ اپ عبیر! تم اس قدر مشرقی بننے کی میرے سامنے کوشش نہ کرو۔ تمہاری ہرایکٹویٹی میری نظر میں ہے۔اس سے پہلے جو تم نے بہت سے لوگوں سے دوستیاں کی ہیں' کیا تب تمہیں اپنی یہاں آمد کامقصد یاد نہ تھا؟"نبیل

ماموں نے درشتگی سے اس کی بات کاٹ دی تو ان کے الفاظ پر وہ گنگ سی ہوگئی۔وہ تو سمجھتی تھی وہ باہر جو کچھ کرتی پھرتی ہے اس سے سب بے خبر ہیں۔

"اور رہا ہارون تو وہ تمہارے علاوہ کسی کا نہیں ہوسکتا۔تم فی الحال اس عون عباس جعفری پر فوکس کرو۔حبیب کے بھی بار بار فون آرہے ہیں۔"

"ایک بات تو بتائیں نبیل ماموں! یہ حبیب ترمذی کی وجہ سے آپ سدرہ پھپھو کی تو زندگی حرام کئے رکھتے ہیں اور خود آپ کی اس سے بہت دوستی ہے۔" اس نے نبیل ماموں کو جان بوجھ کر جتایا۔

"ہوں' تم ابھی بہت چھوٹی ہو بے بی! ان باتوں میں مت پڑو۔تم تو بس ہارون کو سوچتی رہا کرو۔تمہارے ماموں کو بہت کچھ حاصل کرنا ہے اور اس کے لئے حبیب ترمذی جیسے گھامڑ کی ضرورت اکثر پڑتی ہے۔" وہ خباثت سے مسکرائے تو عبیر نے ناگواری سے سر جھٹکتے ہوئے منہ پھیر لیا لیکن نبیل ماموں اس کے رویے کی پروا کئے بغیر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے گویا ہوئے۔

"تمہارے پرابلمز پر بھی میں نے سب سوچ لیا ہے۔پوری پلاننگ کرلی ہے۔اور حبیب سے بھی بات کرلی ہے۔وہ اور علی ہماری مدد کریں گے۔تمہارے لئے ہارون اہم ہے اور میری نظر تمہارے باپ کی پراپرٹی پر ہے۔خیر یہ سب تو تبھی ہوگا جب میں یہاں مستقل سیٹل ہوجاؤں گا۔اوراس کے لئے عون عباس جعفری کو راستے سے ہٹانے میں تم میری مدد کروگی ناں بے بی!" نبیل ماموں بڑے شاطرانہ انداز میں اسے لالچ دے کر اپنے مطلب کی بات پر اتر آئے تھے اور اب وہ صرف سر اثبات میں ہلاسکی۔

کھیل کی شروعات میں وہ جتنی متذبذب تھی۔عون عباس جعفری کو دیکھ کر وہ اتنی ہی مطمئن ہوگئی۔اس کے معمولات کا نبیل ماموں نے اسے بتاڈالا تھا۔وہ ہرشام سمندر کے کنارے گزارتاتھا اور یہی وقت اس کے لئے آئیڈیل تھا۔ اس نے ایک دو روز تک دور سے عون عباس جعفری کامکمل جائزہ لیا تھا۔ شوریدہ سمندر پر اپنی سنہری آنکھیں جمائے ایک تنہا سے کونے میں بیٹھا ہوا بھی وہ کبھی تنہا نہیں لگتا تھا پتا نہیں اس کی سنہری آنکھوں میں اور مغرور چہرے کے ایک ایک نقش میں کیسا مکمل پن تھا کہ عبیر جب بھی اسے

دیکھتی ایک نامعلوم سی تشنگی اک ناقابل فہم سا احساس اس کے وجود کو گھیرنے لگتا' اور آخر وہ ہمت کرکے اس تک پہنچ ہی گئی۔

"عون عباس جعفری بھی بس ایک شکار ہی تو ہے پھر خوف اور بے چینی کس بات کی۔" اپنے آپ کو سمجھانے کے لئے اس نے سوچا اور شاید وقت اس کے حق میں تھا کہ عون عباس جعفری اپنے چہرے کے تمامتر مغرور اور لئے دیئے انداز کے باوجود اس کا اسیر ہوگیا۔اسے اس بات سے قطعی کوئی دلچسپی نہ تھی کہ وہ اس کے لئے کتنا سیریس ہوتا جارہا تھا۔اسے تو جب نبیل ماموں نے گرین سگنل دیا وہ عون عباس جعفری سے چند جھوٹے وعدے کرکے بنا کسی منزل کا پتہ دیئے اپنی طرف سے ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی سے نکل گئی اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد نبیل ماموں نے مہرین احمد کو اغوا کروا کے جائیداد ہتھیانے اور ایمان کو ہارون کی زندگی سے نکالنے کا منصوبہ اس کے سامنے رکھ دیا۔مہرین احمد کو اغوا کروانے کے بعد تمام حالات اس کے ہاتھ میں آچکے تھے لیکن ایمان کی اچانک گمشدگی نے اس کی کامیابی مشکوک کردی تھی۔نبیل ماموں نے اس کی بھرپور مدد کی تھی لیکن اب کچھ بھی اس کے حق

میں نہیں رہا تھا۔عون عباس جعفری بالکل اچانک یوں سامنے آیا تھا کہ وہ لرز کر رہ گئی تھی اور جب علی ترمذی کو گرفتار کرلیا گیا تو حبیب ترمذی نے ان کی ہر قسم کی مدد سے انکار کردیا تھا اور تب نبیل ماموں نے اسے اپنے پاس بلوالیا تھا۔عبیر جب ان کے پاس پہنچی تو وہ کچھ بجھے بجھے سے لگے۔وہ ان کے کندھے سے لگ کر اپنی بے بسی پر رودی۔

”ماموں! سب کچھ ختم ہو گیا۔ہارون آج سیدھا عون کے گھر گیا تھا۔مجھے یقین ہے ایمان وہیں ہوگی۔میں ان لوگوں کے بچھائے جال میں پھنس چکی ہوں۔ لیکن میں ہارون کے بغیر مرجاؤں گی۔“

”چپ کرو عبیر! اب بھی کچھ ایسا ہے جو تم پاسکتی ہو۔ہارون وہ بے شک ایمان کو چاہتا ہے لیکن وہ مہرین احمد کو یونہی مرنے نہیں دے گا۔جاؤ‘ اور آخری بار اپنی قسمت آزما دیکھو اگر وہ تم سے نکاح کرلے تو اسے یہاں کا پتا بتادینا۔“

”ماموں!آپ حبیب ترمذی کے ساتھ آپ بھی گرفتار ہوجائیں گے۔“ وہ تڑپ کر بولی۔

”ہوں‘ شاید‘ میں فرار کی اک کوشش تو کروں گا لیکن تمہاری خوشی سے بڑھ کر مجھے کچھ عزیز نہیں۔اب تم جاؤ‘ کہیں دیر نہ ہوجائے۔“ اور وہاں سے لوٹتے ہوئے نبیل ماموں کی بے حساب محبت پر اس

نے ڈھیروں آنسو بہائے تھے۔

{...☆☆☆...}

دیر تو شاید ہو ہی چکی تھی۔اگرچہ وہ بہت کامیابی سے ہارون کو بھی اس مقام پر لے آئی تھی جہاں سے نہ آگے بڑھنے کا راستہ نظر آتا اور نہ ہی پیچھے ہٹنے کی کوشش کی جاسکتی تھی۔ایمان کے بعد ہارون کو بھی اپنے سامنے بے بس دیکھ کر اسے اپنی فتح کا یقین ہوچلا تھا۔وہ بڑے دھیان سے ہارون کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔اسے یقین تھا اب دنیا کی کوئی طاقت ہارون کو اس سے نہیں چھین سکے گی۔ہارون کی آواز پر وہ اپنے خیالوں سے چونک گئی۔وہ بڑی آہستگی سے اٹھا تھا اور چلتا ہوا بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے پاس رکتے ہوئے گویا ہوا۔

"میں بھی کتنا احمق تھا ناں' تمہاری اس قدر شدید محبت سے بے خبر رہا مجھے تو پتا ہی نہ تھا تم مجھے اتنا چاہتی ہو۔" ہارون کے الفاظ پر جیسے اسے ہفت اقلیم مل گئی تھی۔وہ تڑپ کر اس کے بہت قریب چلی آئی۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہارون' تمہارے لئے تو میں اپنی جان بھی دے دوں۔" ہارون کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پھوار سے لہجے میں بولی تو ہارون چند ثانیے بے تاثر سی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔عبیر کو اس کی خود پر ٹھہری یہ بے تاثر سی نظر بھی غنیمت لگی۔اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے' لیکن اس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے ہارون نے ایک جھٹکے سے اسے دور دھکا دیا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی ہارون سائیڈ ٹیبل سے ریوالور نکال کر اپنی کنپٹی پر رکھ چکا تھا۔عبیر کی ٹانگ پر گرنے کی وجہ سے چوٹ لگی تھی لیکن ہارون کی حرکت پر وہ ہول کر اس کی طرف بڑھی۔

"شٹ اپ' وہیں رک جاؤ عبیر احمد' ورنہ میں ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر خود کو شوٹ کرلوں گا۔" ہارون سرد لہجے میں پھنکارا۔اس کے چہرے کی رگیں تن گئی تھیں اور آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔

"محبت کرتی ہو مجھ سے' کہو کتنی؟ اتنی ناں کہ میرے لئے جان بھی دے دو' یا کسی کی جان لے بھی لو۔نہیں عبیر احمد' یہ محبت نہیں ہے' یہ حسد ہے تمہارا' میری ایمان سے جلتی ہو تم' اس کی ذات کی خوبصورتیوں سے خار کھاتی ہو' اور کہتی ہو محبت ہے' بہت شوق ہے ناں تمہیں دلوں سے' زندگیوں سے کھیلنے کا' تو دیکھو آج میری موت کا تماشا بھی۔"

"نہیں ہارون! پلیز۔"

"آگے مت بڑھنا چالاک لڑکی! میں تمہارے سبھی حربوں سے واقف ہوں' اب جو بھی سودا ہوگا اس کی شرائط میں طے کروں گا۔بولو اختیار میں اب بھی سب کچھ تمہارے ہی ہے۔بولو ہارون حسن کی زندگی یا' اس جگہ کا پتہ جہاں چچی جان ہیں۔" اور وہ بے بس ہو گئی تھی وہ جو ہارون کو پانے کے لئے ہر بازی کھیل گئی تھی' ہارون کی ایسی حالت نے اسے ریزہ ریزہ کردیا۔وہ کسی بھی قیمت پر ہارون کو داؤ پر نہیں لگا سکتی تھی اس لمحے نفع نقصان کے سارے حساب اس کے ذہن سے مٹ گئے۔اس کے ذہن پر اندھیرا سا چھانے لگا اور اسے بس اتنا یاد تھا کہ زمین پر لڑکھڑا کر گرنے سے پہلے اس نے ہارون کو حبیب

ترمذی کے بنگلے کا پتہ بتادیا تھا اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا کہ اب اس کے پاس بچا ہی کیا تھا ہارون کی محبت میں اس نے سب کچھ گنوادیا۔

اور آج وہ سات دن بعد اس کے سامنے آیا تھا۔عبیر اسے دیکھتے ہی اس پر جھپٹ پڑنا چاہتی تھی' اس سے اپنی بے بسی کا بدلا لینا چاہتی تھی لیکن اس پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹک سی گئی۔وہ کس قدر پژ مردہ اور دکھی لگ رہا تھا۔

"اب اسے کیا تکلیف ہے اب تو وہ بھی لوٹ آئی ہوگی۔" عبیر نے نفرت سے جھنجلا کر سوچا۔وہ چپ چاپ اس سے کافی فاصلے پر بیڈ کے کونے پر ٹک گیا۔ کچھ لمحوں بعد ہی عبیر نے اس کی آواز سنی وہ یوں بول رہا تھا جیسے خود کلامی کررہا ہو۔عبیر نے بڑے دھیان سے اس کے الفاظ پر کان لگادیئے۔

"محبت کرنا یوں تو کام ہی مشکل ہے لیکن کبھی یہ عجیب ناممکن امتحان بن جاتی ہے۔وہ تکلیف میں ہے' میں نے بہت سوچا کیا کروں' اور ساتھ نبھانے کو تو وہ بھی تیار ہے لیکن وہ نہیں جانتی اس کی خوشی اس کی ہنسی سے بڑھ کر مجھے تو دنیا میں کچھ بھی عزیز نہیں یا شاید جانتی تو ہے سمجھ نہیں پاتی۔"

عبیر خاموشی سے اس کی بے ربط گفتگو سنے جارہی تھی وہ اس کی گفتگو کا مقصد تو نہیں سمجھ پارہی تھی لیکن وہ اسے ٹوک نہ پائی۔

"وہ بہت اچھی ہے' اس نے محبت کی تو کیا جرم کیا بھلا' میں نے کبھی اسے بددعا نہیں دی لیکن کوئی آہ تو ہے جو اسے لگ گئی۔وہ مجھے خود غرض کہا کرتی ہے اور اس کی خوشی کے لئے میں سچ مچ بہت خودغرض ہوں۔میں اسے اپنے کرب سے آزاد کرنا چاہتا ہوں۔" اتنا کہہ کر ہارون نے سر جھکا لیا تھا۔عبیر کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسل ڈالا۔ہارون کے لفظوں میں چھپا طوفان اس پر منکشف ہو گیا تھا۔اسے ہارون سے کتنے شکوے تھے لیکن اس پل وہ سب کچھ بھلائے اس کے دل میں اٹھتے درد کو اپنی رگ رگ میں اترتا محسوس کررہی تھی۔اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہارون اپنا کوئی دکھ اس سے کیسے کہہ رہا تھا۔عبیر کو تو ہمیشہ اس کی نفرت اور بیزاری کی عادت تھی۔آج اس کا یوں تھکا تھکا' بے بس سا انداز عبیر سے برداشت نہیں ہورہا تھا۔اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے لیکن پھر ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔اس کے پاس تو کچھ بھی نہ تھا۔ہارون سے کہنے کو' اسی لمحے ہارون نے سر

اٹھایا تو عبیر دنگ سی رہ گئی۔اس کی ہر لمحہ مسکراتی آنکھیں اس وقت ویران تھیں۔ان میں شدت ضبط سے طوفان ہویدا تھا لیکن اس کی آنکھوں کی ویرانی میں اس کی آنکھوں سے چھلکتے طوفان میں اک محسوس ہونے والا ٹھہراؤ اور سکون تھا۔عبیر بنا پلک جھپکائے اسے دیکھے گئی۔

"عبیر! کیا تم مجھ سے شادی کروگی؟" اس نے کتنے بکھرے لہجے میں کہا تھا اورعبیر بس اسے ہراساں سی دیکھتی رہ گئی۔یہ الفاظ وہ کہہ رہا تھا' یہ الفاظ وہ کبھی کہے گا' اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

"میں تمہارے جواب کاانتظار کروں گا۔تم جانتی ہو میں تم سے محبت نہیں کرسکتا لیکن اس کی خوشی کے لئے میں تمہاراساتھ نبھانا چاہتا ہوں لیکن تمہاری مرضی سے۔احمد چچا ابھی کراچی روانہ ہونے والے ہیں اگر تمہارا جواب انکار میں ہو تو تم اپنا بیگ لے کر نیچے آجانا اور دوسری صورت میں یہ تمہارا گھر ہوگا۔" یہ تمام الفاظ اس نے انتہائی سپاٹ لہجے میں کہے اور جیسے اچانک آیا تھا ویسے ہی چپ چاپ چلا گیا۔وہ اپنے پیچھے دروازہ کھلا چھوڑ گیا تھا اور عبیر تو

یہاں سے بھاگنے کے طریقے سوچ رہی تھی لیکن جب اس نے قدم بڑھائے تو محبت نے اسے اسیر کرکے بے بس کردیا۔

"ہاں مجھے نورالایمان احمد سے بہت نفرت ہے۔کیونکہ اس کے نصیب میں محبت ہی محبت لکھی ہے لیکن ہارون! تم نے مجھے محبت کی جو صورت دکھائی ہے اس نے مجھے ہرادیا ہے۔میں جان گئی ہوں ہارون! محبت اسے ہی ملتی ہے جو محبت دینا جانتا ہو اور میں نے اپنی ضد میں جو کھودیا ہے وہی مجھے برباد کرنے کے لئے کافی ہے۔اگر قسمت مجھے محبت حاصل کرنے کاایک موقع دے رہی ہے تو میں اسے ہر حال میں حاصل کروں گی۔تم مجھے محبت نہیں کرسکتے تو کیا'میں تو تم سے بہت محبت کرتی ہوں ہارون! اور اب ان سب سے بھی محبت کرنا سیکھ جاؤں گی جن سے تم پیار کرتے ہو۔شاید میری کوئی سچائی' تمہیں بھاجائے۔" اس نے تکئے پر سر رکھتے ہوئے بہت پرامید احساس کو دل میں اترتے محسوس کیا اور اس کی سیاہ آنکھوں سے آنسو بہہ کر تکئے میں جذب ہونے لگے۔محبت کا جادو پہلی بار پوری سچائی سے اس سے اپنا آپ منوا رہا تھا۔

{...☆☆☆...}

"آؤ بیٹھو سدرہ!"

"جی' اباجی! آپ نے بلایا۔" ان کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں بولیں لیکن جب دادا جی کافی دیر تک چپ چاپ بیٹھے رہے تو انہوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے انہوں نے ایمان کو نہیں دیکھا تھا۔ داداجی کے پیچھے سر جھکائے بیٹھی وہ کچھ خاموش سی نظر آئی۔

"اب کیا ہوا اباجی؟" انہوں نے گھبرا کر پوچھا۔

"تم سدرہ! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔"

"کہئے اباجی' آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔" سدرہ پھپھو انہوں متذبذب دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

"سدرہ! ادھر میرے پاس آؤ بیٹا!" داداجی نے گلوگیر لہجے میں کہتے ہوئے انہیں اپنے پاس بلایا تو وہ اٹھ کر ان کے قریب نیچے قالین پر آبیٹھیں۔ ان کے بیٹھتے ہی داداجی نے ان کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا اور ان کی پیشانی چومتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔

"ابا! اباجی! ایمان! تم بتاؤ کیا ہوا ہے اباجی۔" انہیں چپ کرانے کی کوشش میں وہ خود بھی رونے لگی تھیں۔ ان دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر ایمان کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔ چند ثانیے یونہی گزر گئے تو ایمان خود پر قابو پاتے ہوئی اٹھی اور گلاس میں پانی ڈال کر داداجی کے قریب چلی آئی۔

"داداجی! بس کیجئے' یہ پانی پی لیں۔ پھپھو سے بات کریں' وہ پریشان ہو رہی ہیں۔" انہیں گلاس تھماتے ہوئے وہ نرمی سے کہتی چلی گئی۔

"نہیں' اب میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا سدرہ! مجھے معاف کر دو بیٹا۔ تمہاری تباہی کا ذمہ دار میں..."

"ابا!" ان کے الفاظ پر وہ تڑپ گئیں لیکن آنسوؤں کی یلغار میں صرف اتنا بول پائیں۔

"نہیں مجھے کہنے دو سدرہ! طاقت کے نشے میں انسان ہمیشہ غلط فیصلے کرتا ہے جو میں نے کئے۔ روایتیں ہمیں اپنے بچوں کی خوشی برباد کرنے کی اجازت تو نہیں دیتیں۔ جو روایت میرے بیٹے نے نہیں مانی وہ مجھے تم پر بھی لاگو نہیں کرنی چاہئے تھی۔ احمد اپنی مرضی سے شادی کر سکتا تھا تو تم... میں بہت

شرمندہ ہوں بیٹا! میں نے تو احمد کو بھی برباد کردیا۔اورتم سدرہ تم تو میری لاڈلی تھیں' پھرتم نے مجھے کیوں نہیں بتایا' میری وجہ سے دکھ سہے' اور بتایا بھی نہیں کیوں؟ میں شاید بچا لیتا تمہیں تو اتنی بربادی' سب کچھ تباہ کردیا میرے اس فیصلے نے۔ایک غلط فیصلے نے اتنے سالوں بعد تک تباہی پھیلائی' ایک بیٹی کی تباہی کا سایہ دوسری بیٹیوں پر بھی' سدرہ! ایمان کہتی ہے عبیر کاقصور نہیں ہے' حالات ہی ایسے تھے' میں اب مزید پچھتاوے نہیں چاہتا' سدرہ عبیر کو یہاں لے کر آؤ' میرے بچے مجھے راستہ دکھارہے ہیں' ایمان'ہارون' ہارون کا فیصلہ بالکل ٹھیک ہے۔لیکن عبیر اپنے باپ کے گھر سے رخصت ہوگی۔اس بچی کے دکھوں کا کچھ ازالہ تو ہو کہ اس کے دکھوں کا ذمہ دار بھی تو میں ہوں ناں۔"

"لیکن اباجی! احمد بھیا نہیں مانیں گے۔" سدرہ پھپھو کو داداجی کے اس فیصلے سے بے اندازہ خوشی ہوئی تھی لیکن وہ حالات سے بھی نظر نہیں چرا سکتی تھیں۔

"پھپھو! ڈیڈی کو میں منالوں گی۔عبیر کااس گھرپر ہم سب پر حق ہے پھپھو! آپ اسے لے کر آئیں جو کچھ ہوگیا اسے بھول جانا ہی ہم سب کے لئے بہتر ہے۔" ایمان ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر

فیصلہ کن لہجے میں بولی۔

"تھینک یو ایمی! ہارون اور تم عبیر پر اتنا بڑا احسان کررہے ہو کہ..."

"نہیں ہارون کی تو بات نہیں لیکن میں تو بس اپنی ذات سے عبیر کی بے اعتباری ختم کرنا چاہتی ہوں۔" ایمان کی آواز بھیگ سی گئی تھی۔اس مقام تک آتے آتے اس نے کیا کیا اذیت سہی تھی یہ بس وہی جانتی تھی۔سدرہ پھپھو نے اسے کھینچ کر سینے سے لگالیا اور ان کے کندھے پرسر رکھتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

"پھپھو! اور ہارون کی نادانی کی تو حد ہی نہیں۔اس نے یہ احسان عبیر پر نہیں مجھ پر کیا ہے۔وہ سمجھتا ہے مجھے کچھ پتا ہی نہیں۔میں سب سمجھتی ہوں۔وہ ان خوشیوں کے لئے میرے راستے سے ہٹ گیا ہے جو میرے مقدر میں ہی

نہیں، لیکن اس بار میں کچھ نہیں کہوں گی، کہ اس بار اس کا احسان اتنا بڑا ہے کہ میں سر اٹھانے کے بھی قابل نہیں رہی۔" داداجی نے بھی پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس نے سارے آنسو اپنے اندر اتار لئے اور پھپھو سے الگ ہوتے ہوئے دادا جی کی طرف دیکھ کر ہولے سے مسکرادی۔

{...☆☆☆...}

ابھی ابھی سعدیہ بجو اس کے کمرے سے گئی تھیں۔اگرچہ نارمل تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن ان سب نے پھر سے جینے کی ارادی کوشش شروع کردی تھی۔سعدیہ بجو روزانہ اس کے سامنے نئے نئے رشتے لاکر رکھتیں۔صدف بجو اور سارہ بجو اپنے بچوں سمیت ہر شام ان کے ساتھ گزارتیں۔زنیرہ بجو بلا ناغہ سمرن اور حمزہ کی لڑائیوں کی شکایتیں اسے لگاتیں۔اماں بابا اور بڑے ابا بھی سرشام اپنے اپنے کاموں سے گھر لوٹ آیا کرتے تھے اور اسے ہمیشہ کی طرح بھانجوں اور بہنوں سے گپیں ہانکتے دیکھ کر سرشار ہوجاتے تھے لیکن کچھ تھا کچھ کھٹکتا تھا جو وہ سب باتیں کرتے کرتے رک جاتے تھے۔ہنستے ہنستے سبھی کی متلاشی نظریں کسی کو تلاشنے لگتی تھیں اور ایسے لمحوں میں عون کا دل اپنی

بدنصیبی پر نوحہ کناں ہونے لگتا۔ان میں سے کوئی بھی یہ ماننے کو تیار نہ تھا کہ وہ،وہ جو اک چاندنی رنگت والی پیاری سی لڑکی کچھ دنوں کے لئے ان کی مہمان بنی تھی وہ بس ایک مہمان ہی تھی اور اس سے بڑھ کر اس کا کوئی رشتہ نہ تھا۔

"جانے اسے ہم یاد بھی آتے ہوں گے یا..."اوراس سے آگے دل نے اسے سوچنے نہ دیا اور اس کی اچھی خاصی گوشمالی کرڈالی۔

"واہ عون عباس جعفری! اسے تم اپنے جیسا سنگدل مت سمجھو۔وہ نورالایمان احمد ہے۔اس کی محبت کھوٹی نہیں تھی۔کھوٹ تو تمہارے دل میں ہے۔اگر اس کا راستہ آسان کرنا چاہتے ہو تو کیوں نہیں سعدیہ بجو کے لائے ہوئے پرپوزلز میں سے کسی ایک کو چن کر اس کی طرف اپنی شادی کا کارڈ بھجواتے تاکہ وہ بھی تمہارے بے مصرف انتظار سے جان چھڑا کر اپنی زندگی شروع کرے۔

"اگر اسے میرا انتظار ہے تو میں بھی تو اس کے بغیر نامکمل ہوں۔میں ایک بار اماں کو بھیجوا کر تو دیکھوں۔" ایک لمحے کے لئے اس کا ذہن بے ایمان سا

ہوا لیکن اگلے ہی لمحے اس نے یہ خیال جھٹک دیا۔وہ جانتا تھا ہارون کی بے ریا محبت کے سامنے اس کی محبت کتنی چھوٹی ہے۔ہارون نے اسے جان کی بازی لگا کر جیتا تھا اور اب وہ ان کے بیچ آنے کا تصور بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔اس نے خاموشی سے وہ لفافہ اٹھالیا جو ابھی ابھی سعدیہ بجو اسے دے کر گئی تھیں۔ اس میں یقینا کسی حسینہ کی تصویر تھی وہ سعدیہ بجو کو بتا چکا تھا کہ اسے بس شادی کرنا تھی اور وہ کوئی بھی ہو اس سے کیا فرق پڑتا ہے لیکن سعدیہ بجو بھی...

"یار ماماجی! تم سے کوئی خاتون ملنے آئی ہیں۔" اس سے پہلے کہ وہ لفافہ کھولتا حمزہ کھٹ سے دروازہ کھول کر اندر آچکا تھا۔عون نے حیرت سے وال کلاک کی طرف دیکھا جہاں ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

"اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بجے کوئی خاتون مجھ سے نہیں تم سے ملنے آسکتی ہے۔اب اس وقت بھلا یہ کیسامذاق ہے حمزہ؟" عون نے گھور کر اسے دیکھا۔

"میں مذاق نہیں کررہا یار ماماجی! واقعی اماں ان کے پاس بیٹھی ہیں اور وہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔" عون نے مسکرا کر حمزہ کو دیکھا جو اس وقت قطعی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"حمزہ! میں اس وقت کسی شرارت کے موڈ میں نہیں ہوں' یار" عون نے بیزاری سے پہلو بدلا اور ہاتھ میں پکڑا لفافہ واپس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اور مجھے کوئی شوق بھی نہیں ہے تم جیسے بدذوق بندے سے مذاق یا شرارت کرنے کا۔چلنا ہے تو چلو نہیں تو میں محترمہ کو یہاں لے آؤں گا۔"

"لیکن آخر وہ ہے کون۔اس وقت' نام بھی کوئی ہے خاتون کا؟" حمزہ کی دھمکی پر اسے ماننا ہی پڑا۔ناگواری سے اٹھتے ہوئے اس نے پوچھا تو حمزہ نے لاعلمی کے اظہار کے طور پر کندھے اچکادیئے۔

"واٹ..." عون اس کی لاپروائی پر سلگ ہی تو گیا۔

"ہاں مجھے اماں نے کہا عون کوبلالاؤ' میں بلانے آگیا۔" حمزہ کی لاپروائی ہنوز تھی یقینا وہ ٹی وی لاؤنج سے کچھ خاص دیکھتے ہوئے اٹھا تھا۔اسی لئے عون کو چڑا کر اپنا نقصان پورا کرنا چاہتا تھا۔

"بہت اسٹوپڈ ہو تم۔جاؤ دیکھو تم اپنا پروگرام کہیں مجھ سے مار ہی نہ کھالینا۔" عون نے اسے لاؤنج کی طرف دھکا دیا اور خود ڈرائنگ روم کی طرف آتے ہوئے وہ حیران سا تھا۔

"ہوسکتا ہے' کسی کیس کے سلسلے میں کوئی خاتون آئی ہوں۔لیکن کسی کے گھر آنے کا بڑا ہی نامناسب وقت ہے۔"ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے ناگواری سے سوچا لیکن دروازہ کھلتے ہی جو چہرہ سامنے تھا وہ اسے لرزا کر رکھ گیا۔اس کی اپنے گھر میں موجودگی کا تو وہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا لیکن وہ نہ صرف موجود تھی بلکہ اسے آتا دیکھ کر بڑی دلکش مسکراہٹ سمیت اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"آؤ عون بیٹا آپ لوگ باتیں کریں میں ابھی آتی ہوں۔" اماں کو یقینا وہ اپنا مکمل تعارف کرواچکی تھی اسی لئے اماں اس کے آتے ہی اٹھ گئی تھیں۔لیکن باہر جاتے جاتے اماں رکیں اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستگی سے بولیں۔

"ہم سب تم سے بہت پیار کرتے ہیں بٹو! اور تمہاری خوشی ہی ہماری خوشی ہے۔چاہے تم جو فیصلہ بھی کرو۔" اماں کے الفاظ پر اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔اماں اسے کتنا کمزور سمجھتی تھیں بھلا وہ یوں پل پل خواہشیں بدلنے والا کب تھا لیکن اماں اس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے باہر چلی گئیں اور وہ اٹھ کر اس کے قریب چلی آئی۔

"حیران ہو عون؟" اس کی آواز پر عون نے چونک کر اس کی طرف دیکھا وائٹ کلر کے ڈھیلے سے شلوار سوٹ پر بڑا سا کاسنی دوپٹہ لئے اپنے بالوں کو اچھی طرح پونی میں قید کئے وہ ہمیشہ سے قطعی مختلف لگ رہی تھی۔عون کو اس کی سیاہ آنکھوں میں عجیب سی شاطرانہ چمک محسوس ہوئی۔

"کیوں آئی ہو یہاں؟" عون کو لگا اس وقت وہ غصے کی انتہاؤں پر ہے' اسے سامنے پاکر عون کے اندر الاؤ جلنے لگے تھے۔پتا نہیں اب وہ کس خوش گمانی میں یہاں تک آگئی تھی لیکن عون کے لہجے سے مترشح ناگواری کے باوجود وہ بڑی دلربائی سے مسکراتے ہوئے وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی مسکراہٹ عون کو سلگا گئی۔

"میں یہ تو جانتا ہوں عبیر احمد کہ تم ایک انتہائی گھٹیا اور بدفطرت لڑکی ہو لیکن میرے گھر میں اس وقت آکر تم نے میری نفرت میں اور بھی اضافہ کردیا۔"

"نفرت عون! یوں مت کہو' تم ہی تو میرا آخری سہارا ہو' میں ان سب منافق رشتوں کو تمہارے لئے چھوڑ آئی ہوں تم بھی تو اماں کو بھیجنا چاہتے تھے مجھے ہمیشہ کے لئے اپنانے کے لئے پھر..."

"شٹ اپ عبیر! سوچنا بھی نہیں کہ تم سے کبھی کوئی رشتہ بنانے کا تمنائی تھا میں۔"

"عون! تم نے تو کہا تھا..."

"میں نے کچھ کہا ہی نہیں اور تم سے تو کبھی بھی نہیں' میرے سارے جذبوں' میری سبھی چاہتوں کا محور تو کوئی اور تھا۔ہاں اب جب ملے تو میں نے تم سے کچھ فریبی لمحوں کا حساب لینا چاہا تھا لیکن میں اپنے اس محور سے ہٹتا تو کچھ سوچتا۔فار گاڈ سیک عبیر احمد! اپنے سبھی فریب سمیٹ کر یہاں سے چلی جاؤ۔ تمہیں دیکھ کر میرے سبھی زخم تازہ ہو گئے ہیں۔تمہارے فریب نے اتنا مجبور

کردیا تھا مجھے کہ میں اسے بتا بھی نہ سکا کہ تم ہو' اور تم ہی ہو سکتی ہو میری محبت۔میرا جنون' میری نور الایمان۔" درشتگی سے بولتے بولتے آخری فقرے پر جیسے عون عباس جعفری کی سبھی ہمتیں جواب دے گئی تھیں۔عبیر نے بغور اس کے بے بس سے انداز کو دیکھا اور پھر ایک طنزیہ ہنکارا بھرتے ہوئے گویا ہوئی۔

"تو یوں کہو ناں' کہ تم نورالایمان احمد کی خوبصورتی پر مرمٹے ہو۔اس کی باتوں کے فریب میں آگئے ہو۔سچ جانو عون میں نبیل ماموں کے کسی دھوکے کی حصے دار نہیں ہوں کیا تم نے مجھے ان کے ساتھ کسی کرائم کا حصہ بنے دیکھا ہے۔میرے ساتھ یوں نہ کرو عون! میں نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا۔تم نورالایمان احمد کے فریب میں مجھ سے منہ نہ موڑو عون!" اس کے لہجے میں التجا سمٹ آئی تھی۔عون آہستگی سے چلتا ہوا اس کے قریب چلا آیا اور براہ راست اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہنس دیا۔وہ اب بھی اس کے جذبوں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی تمنائی تھی۔

"تم سچ کہتی ہو عبیر احمد! تم نے مجھے کوئی دھوکا نہیں دیا۔ہاں تم تو کیاہزاروں عبیر اور آجائیں تو بھی عون عباس جعفری کے احساس تک کو نہ چھوسکیں لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی نورالایمان احمد کا چولا اوڑھا ہو۔ اس کی خوشبو سی باتیں اپنائی ہوں تو عون عباس جعفری ایک لمحے میں اپنی سدھ بدھ کھوبیٹھے۔یہ بھی سچ کہا تم نے کہ میں نورالایمان احمد کے فریب میں مبتلا ہوں۔جانتی ہو یہ نورالایمان احمد کا فریب ہی تھا جس کے لئے میں نے اپنے سات ماہ برباد کئے۔سات چاندنی راتیں تڑپتے ہوئے سمندر کے کنارے گزاریں لیکن جانتی ہو پھر کیا ہوا؟ میری زندگی میں نورالایمان احمد حقیقت بن کر آگئی اور میں نے تو اس کے فریب کو بے حد چاہا تھا تو پھر اس کی حقیقت سے کیسے بچ جاتا۔میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں کہ تم سے منہ موڑوں' یہ سچ ہے عبیر احمد! اور تمام سچائیوں سے بڑا سچ یہی ہے کہ تم تو تھیں ہی نہیں' کبھی بھی نہیں' سات ماہ پہلے نورالایمان احمد نے فریب بن کر مجھے ذرہ ذرہ بکھیر ڈالا تھا۔اور ان سات دنوں میں اس نے ہی محبت بن کر میری بکھری ذات کو اس قرینے سے سمیٹا ہے کہ اب کسی تباہی کا ڈر نہیں

ہے۔اس کی ان سات دن کی قربت نے مجھے صبر کرنا سکھایا ہے۔وہ کبھی میری نہیں ہوسکتی' جانتا ہوں یہ بات' لیکن اس کی زندگی کے سات دن میرے لئے کافی ہیں۔میری بات مانو عبیر! تم بھی نورالایمان احمد کی آڑھ میں چھپنا چھوڑ دو۔کسی سے ایک بار فریب سے ہٹ کر محبت کرکے دیکھو۔اس در بدری کے عذاب سے ہمیشہ کے لئے بچ جاؤگی۔" عون بہت رسان سے اس پر اپنے دل پر بیتی ہر ہر واردات واضح کرتا گیا لیکن آخری فقرے میں اس کے مخلصانہ مشورے پر عبیر کے چہرے پر بڑے گہری مسکراہٹ آگئی۔

"یہ بھی نورالایمان احمد کی صحبت کا اثر ہے عون کہ دشمن سے بھی خلوص برت رہے ہو۔" وہ آہستگی سے کہتی ہنس پڑی تو عون نے حیرت سے اس کے ہونٹوں پر ٹھہری مسکراہٹ اور آنکھوں میں آجانے والے آنسوؤں کو دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کے انداز کو کوئی "نیا دھوکا" قرار دیتا۔آہستگی سے دروازہ کھلا اور حمزہ کے ساتھ اندر آتے ہارون کو دیکھ کر عون ششدر سا رہ گیا۔ہارون اس کے قریب آکر رکا اور مسکراتے ہوئے اسے شانوں سے تھام لیا۔

"ابھی چند روز پہلے میں نے ایمی سے کہا تھا کہ میں تمہیں ایسی کوئی چیز نہیں دے سکتا جو پہلے سے کسی اور کی ملکیت ہو۔اچھا تو یہ ہوا کہ اس کا عون عباس جعفری ہمیشہ سے اسی کی ملکیت ہے۔تمہارے

لئے وہ سات دن بہت ہوں گے لیکن میری ایمی کو تمہارا عمر بھر کا ساتھ چاہئے۔" ہارون تمام آپ جناب بھلائے بڑی اپنائیت سے بول رہا تھا لیکن عون کے لئے اس کے الفاظ کسی دھماکے سے کم نہیں تھے۔اس نے سر جھٹک کر خود کو یقین دلانا چاہا کہ یہ سب حقیقت ہے کوئی خواب نہیں لیکن اچانک وہ چونک سا گیا۔

"لیکن ہارون! تم؟" اس نے پوری کوشش سے ہارون کے چہرے پر کچھ کھوجنا چاہا لیکن ہارون بہت پرسکون سا مسکرایا۔

"میری ہر خوشی اس کی خوشی سے مکمل ہوتی ہے۔اپنا یہ کریڈٹ تو میں تمہیں نہیں دوں گا کہ وہ منگیتر ہمیشہ صرف میری رہے گی۔" حوصلے سے بولتے بولتے آخر میں وہ جیسے بکھر سا گیا تھا۔اس کی محبت کی اس قدر عظمت پر عون

مسحور سا ہو گیا۔اس نے کھینچ کر ہارون کو سینے سے لگالیا۔ان دونوں کے چہرے پر پھیلی محبت کی روشنی عبیر کو عجیب سے احساس میں مبتلا کر گئی۔

"کیا محبت واقعی اتنا طاقتور جذبہ ہے کہ دو رقیبوں کو دوست بنادے یا شاید یہ تمہاری سچائی کا اثر ہے ایمان! کہ تمہاری محبت میں مبتلا ہر شخص سرشار نظر آتا ہے۔وہ شخص بھی اتنا ہی پرسکون ہے جس نے تمہیں پالیا اتنا ہی وہ جس نے تمہیں کھو دیا۔عون کی چہرے پر نہ تو ساری کائنات کی خوشی پالینے کا غرور ہے اور نہ ہی ہارون کے چہرے پر اپنی کائنات کی واحد خوشی کھودینے کا ملال ہے۔یوں پرسکون ہیں دونوں جیسے کوئی نمازی گناہ ثواب کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دے۔کیا ان دونوں نے بھی اپنی خوشی، غم کا فیصلہ تمہاری محبت پر چھوڑ دیا ہے؟ کاش میری محبت بھی اتنی دریادل ہوجائے تاکہ میں بھی اس دربدری کے عذاب سے بچوں۔" ان دونوں کو رشک سے دیکھتے ہوئے وہ بڑی سنجیدگی سے سوچے جارہی تھی۔

{...☆☆☆...}

دیکھنا دل کی اذیت طلبی

پھر اسی شہر میں جانا چاہے

"ہوں تو یہ بات ہے۔کس شہر جانا ہے دل؟" عبیر نے شرارت سے ہنستے ہوئے اس کے پژمردہ سے چہرے پر نگاہیں گاڑھ دیں۔

"ارے نہیں یہ تو یونہی تم بیٹھو ناں۔" ایمان نے تیزی سے ڈائری بند کردی۔ اسے پتا ہی نہیں چلا تھا عبیر کب آئی

"ٹالو مت ورنہ میں سمجھوں گی تم نے مجھے معاف ہی نہیں کیا۔" عبیر منہ بسور کر بولی۔اسے پتہ تھا یہ دھمکی چل جائے گی۔ایمان کو متاثر کرنے کے لئے۔

"شٹ اپ عبیر! مت کیا کرو یہ پرانی باتیں۔کہو آئی کیوں تھیں؟"ایمان اٹھ کر صوفے پر آبیٹھی تو عبیر بھی اس کے ساتھ آکر بیٹھ گئی اور ایک پیکٹ اس کے سامنے رکھ دیا۔ایمان نے حیران ہو کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ آخری بات ہے پرانی۔یہ وہ تصویریں ہیں جن میں تم اور علی ترمذی ساتھ ہو۔" ایمان نے ایک نظر اس بند پیکٹ کو دیکھا اور دوسری نظر عبیر کے ہچکچائے انداز کو۔

"میر اان سے نہ کل کوئی واسطہ تھا اور نہ آج۔تم ان کا جو بھی کرو مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔"

"تمہیں اب بھی مجھ پر بھروسہ ہے؟" عبیر نے حیرت سے پوچھا۔

"تم میری بہن ہو مجھے تم پر بھروسہ ہونا چاہئے۔تم ہٹاؤ انہیں۔اچھا یہ بتاؤ تم خوش تو ہوناں؟" ایمان نے بڑے سلیقے سے ماضی کے تکلیف دہ موضوع سے اپنا پہلو بچایا تھا۔

"پتا نہیں، خوشی کسے کہتے ہیں، میں تو بہت لالچی تھی۔ہر شے کو اپنے قبضے میں کرلینا چاہتی تھی۔لیکن پتا نہیں کب، میں سرتاپا بدل گئی۔عجیب سا سکون میرے اندر ٹھہر گیا ہے خوشی تو نہیں لیکن محبت کے بڑے انوکھے رنگ دیکھے ہیں میں نے ان پچھلے دنوں میں۔یہاں آنے سے پہلے میں نبیل ماموں سے ملنے گئی تھی ایمی! ماموں کو دیکھ کر میں حیران ہی رہ گئی۔اتنے بدل گئے ہیں وہ۔وہ تو کہا کرتے تھے محبت اسی کو ملتی ہے جس میں اسے حاصل کرنے کی طاقت ہو۔لیکن اس روز وہ کہنے لگے عبیر محبت کو طاقت کے پیمانے پر رکھ کر میں نے بہت بڑی غلطی کی۔میں نے تمام عمر سدرہ کو اس کی محبت

کی سزا دی۔اور اس نے ایک ہی لمحے میں تمام عمر کا حساب برابر کردیا۔

ماموں نے بتایا کہ انہوں نے گرفتاری سے پہلے انہوں نے پھپھو سے فون پر بات کی تو پھپھو نے ان کی آواز سنتے ہی جیسے اپنی تمام عمر کا زہر نکال ڈالا۔انہوں نے ماموں سے شدید نفرت کا اظہار کیا۔انہیں بہت سی بددعائیں دیں اور وہی نبیل ماموں جو ہمیشہ ان کی خاموشی پر انہیں اذیتیں دیتے تھے ان کی نفرت سہہ نہ پائے وہ تو جیسے جیتے جی مرگئے ہیں امی! انہوں نے عدالت میں بھی اسی لئے سارے جرم قبول کرلئے ہیں کہ اب وہ جینا ہی نہیں چاہتے۔حبیب ترمذی نے اپنے بیانات میں ہماری فیملی کو انوالو کرنے کی کوشش کی تھی لیکن نبیل ماموں نے صاف کہہ دیا کہ ہماری فیملی کا ان کی کسی بزنس ڈیلنگ یا کرائم سے کوئی تعلق نہیں۔ابھی فیصلہ تو نہیں ہوا لیکن نبیل ماموں ہر طرف سے ہار مان چکے ہیں اور انہیں دیکھ کر میں نے جانا ہے ایمان! کہ محبت میں کتنی طاقت ہے لیکن میں ان کی طرح ایک عمر کے بعد پچھتاوؤں میں نہیں گر سکتی۔خدا کا شکر ہے آج میرے سبھی رشتے میرے پاس ہیں۔ممی نے مجھے معاف کردیا ہے۔ڈیڈی' دادا جی اور حتیٰ کہ اب تو تایا ابا اور دانش بھی میری

پروا کرنے لگے ہیں۔دوماہ بعد میری ہارون سے شادی ہے' اف کیا خوشی س کے بعد بھی کچھ ہوگی۔مجھے وہ سب مل گیا جس کی مجھے تمنا تھی۔اور اس کی وجہ تم ہو۔میں نے تمہیں اتنے دکھ دیئے لیکن تم نے مجھے اپنی ذات کے سحر سے جھکا دیا ہے۔تمہاری وہ خوبیاں جن سے میں کبھی جلتی تھی آج ان پر رشک آتا ہے کہ...“

”اب بس بھی کرو عبیر! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔یہ سب تمہارا نصیب تھا جو تمہیں ملا۔“ نبیل ماموں کی حالت زار پر ابھی ایمان کڑھ رہی تھی کہ عبیر کے یکبارگی موضوع بدلنے پر تیزی سے بولی۔اس نے عبیر کو ٹوک تو دیا تھا لیکن کانچ سی آنکھوں میں روشنیاں سی اتر آئی تھیں۔شاید یہی صلہ تھا اس کی قربانیوں کا۔

”ارے واہ! اتنی آسانی سے میرے نصیب مجھ پر کہاں مہربان ہونے والے تھے۔میں جانتی ہوں امی! میں کبھی تمہاری جگہ نہیں لے سکتی نہ اس گھر میں' نہ ہارون کے دل میں۔“

"عبیر! پلیز۔"

"بھئی پوری بات تو سنو۔اصل میں مجھے اس بات سے فرق ہی نہیں پڑتا مجھے تمہاری جگہ چاہئے بھی نہیں۔سوچ لیا ہے اب اس گھر میں اور اس بے اعتنا سجن کے دل میں اپنی ایک الگ جگہ بنائیں گے کہ میرے ایک بڑے پیارے دوست کا بھی یہی مشورہ ہے کہ نورالایمان احمد کی آڑ میں چھپنا چھوڑ دو۔"

"ہائیں' یہ کون دشمن نکل آیا میرا جو ہم بہنوں میں دوریاں ڈالنا چاہتا ہے؟" ایمان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دشمن مت کہو' بہت پیارا دوست ہے' خیر پہلے تم ایک بات بتاؤ ایمان! تم ہارون کے ساتھ اتنا طویل عرصہ انگیجڈ رہی ہو۔کیا کبھی ایک پل کے لئے بھی تمہیں ہارون سے محبت نہیں ہوئی؟"عبیر کے سوال پر ایمان چونک سی گئی۔ اس کا خیال تھا ہارون سے تو اس کا تعلق قطعی شفاف اور سب کے سامنے تھا کم از کم اس تعلق پر تو انگلی نہیں اٹھنی چاہئے پتا نہیں عبیر کے دل میں کیا وہم کلبلایا تھا ایک لمحے کے لئے عبیر پر اسے بہت غصہ آیا لیکن اگلے ہی لمحے

جب اسے عبیر کی بے یقین سی پوزیشن کا خیال آیا تو نفی میں سر ہلا دیا۔اسے پتا تھا ہارون کے ساتھ پر اعتبار کرنے کے لئے عبیر کو وقت لگے گا۔

"غلط مت سمجھنا ایمی! مجھے ہارون پر فخر ہے۔وہ ایک سچا انسان ہے۔سچی اور پاکیزہ محبت کرنے کا ہنر جانتا ہے۔شاید وہ کبھی مجھے بھی چاہنے لگے۔اتنی شدت سے نہ سہی جتنا کہ تمہیں چاہتا ہے لیکن پھر بھی لیکن ایمی! وہ کون سی محبت ہے جس کی بنیاد پر تم ہارون سے الگ ہوئیں؟ یا جس کی وجہ سے ہارون نے اپنی رگ جان سے بھی بڑھ کر عزیز رشتے کو توڑ دیا۔آخر کس معاہدے کے تحت تم دونوں الگ ہوئے ہو؟ سب گھر والے تو یہ سوچتے ہیں کہ شاید ہارون نے خاندان کی بدنامی کے ڈر سے مجھے اپنایا ہے۔لیکن میں نے ہارون کو پرکھا ہے اسے ڈر رہتا ہے تو بس تمہارے دکھ کا' بتاؤ ایمان! کون ہے تمہارا دکھ؟" عبیر کے سوال ایمان کو گنگ کر گئے۔ہارون کی خاموشی اس قدر بے معنی تو نہیں تھی کہ اس سے سوال جنم نہ لیتے۔ایمان کو فخر تھا کہ اسے ہارون جیسا غمگسار ملا تھا جس کے لئے اس سے وابستہ ہر ہر لمحہ اہمیت کا حامل تھا لیکن بہرحال ایمان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ عبیر کو مطمئن کرنے کے لئے

اپنی روح کی آبلہ پائی کا قصہ لے بیٹھتی۔ابھی وہ کچھ بھی نہ بول پائی تھی کہ فون کی بیل نے ماحول پر چھائے سناٹے کو توڑ ڈالا۔عبیر کی سوالیہ نظروں سے بچنے کے لئے وہ پرسکون سانس لیتے ہوئے ٹیلی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھی لیکن دوسری طرف سے آتی آواز عبیر کے سوالوں سے بھی زیادہ غیر متوقع تھی۔

"ہیلو... ہیلو... ایمان جی! آپ سن رہی ہیں ناں..." اس کے ایکدم چپ سادھ لینے پر حمزہ چلایا تو وہ بمشکل خود پر قابو پاسکی۔

"کوئی ایسا بھی کرتا ہے حمزہ! تم لوگوں نے تو مجھے بھلا ہی دیا۔اتنا بھی پتا نہیں کیا جیتی ہوں یا مر گئی۔"شکوہ خود بخود ہونٹوں پر درآیا تھا۔آواز آنسوؤں سے رندھ گئی تھی۔یوں لگ رہا تھا جیسے برسوں بعد کسی اپنے کی آواز سنی ہو۔وہ اس لمحے عبیر کی موجودگی کو بھی یکسر بھلا چکی تھی۔"اللہ نہ کرے' آپ کو کچھ ہو۔خدا آپ کو ہماری عمر لگادے۔"

"بکومت! یہ بتاؤ اماں' بابا' بڑے ابا' بجو لوگ' سمرن' بابر' حرمت سب کیسے ہیں؟" اس نے بے قراری سے پوچھا۔

"ماماجی کا نہیں پوچھیں گی؟" اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ جتاتے لہجے میں گویا ہوا تو ایمان کا دل اس دشمن جاں کے ذکر پر دیوانہ وار دھڑکنے لگا۔وہ چپ سی رہ گئی۔حمزہ اسے ایک لمحے کی مہلت دے کر جیسے اس کی حالت سے لطف اندوز ہوا پھر کھنکتے لہجے میں بولنے لگا۔

"ایمان جی! مت پوچھئے' کس قدر مصروفیت ہے یہاں' ہم تو آپ سے رابطہ کرنا چاہتے تھے لیکن تیاریاں چل رہی ہیں ہمارے ہاں۔"

"تمہارے بیاہ کی؟" اس کی بات پلٹنے کو محسوس کرنے کے باوجود ایمان نے اشتیاق سے پوچھا۔

"اونہوں' میرا بیاہ آپ کے بغیر ہوسکتا ہے بھلا۔میں نے تو اب تک آپ کے انتظار میں منگنی نہیں کروائی۔"

"یہ کیا احمقانہ بات ہے حمزہ! اس رات تو منگنی طے تھی ناں۔"حمزہ کا انکشاف اسے پریشان کر گیا ایک لمحے کے لئے اپنی اس قدر اہمیت اچھی بھی لگی۔

"ہمارے لئے تو اس رات قیامت طے تھی ایمان جی! تو خوشیاں کیسے مناتے۔ آپ کا کیا خیال ہے ہم نے آپ کے چلے جانے پر جشن منایا ہوگا۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"اچھا چلیں اب شرمندہ نہ ہوں۔جشن تو اب منایا جارہا ہے۔طے یہ پایا ہے کہ ماماجی کی شادی کے ساتھ میری منگنی ہوگی۔" حمزہ تو کچھ اور بھی بول رہاتھا لیکن وہ تو "ماماجی کی شادی" کے بعد کچھ سن ہی نہ پائی تھی۔ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا بھلا قیامت کا لمحہ کوئی اور بھی تھا۔عبیر اس کے اس قدر اڑتے حواس دیکھ کر تیزی سے اس کے قریب آئی۔

"خیریت تو ہے ایمان! کس کا فون ہے؟" عبیر نے ریسیور کان سے لگا کر چیک کیا لیکن حمزہ ایمان کی مسلسل خاموشی کی وجہ سے ریسیور رکھ چکا تھا۔عبیر نے ایکبار پھر اس سے پوچھا لیکن وہ تو جیسے

ہوش وحواس کھوبیٹھی تھی۔دیوار کے ساتھ لگتے ہوئے اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کردیا تھا۔سارا جہاں اس کی بہادری اور صبر کامعترف تھا لیکن عون عباس جعفری کے لئے وہ کس قدر کمزور، کس قدر کم ہمت تھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔اسے اس کی طرف سے خوش فہمی تو کبھی نہیں تھی لیکن یوں وہ

کسی کا ہاتھ تھام لے گا اس نے تو کبھی سوچا ہی نہ تھا۔عبیر ششدر سی ہمیشہ مضبوط نظر آنے والی ایمان کو یوں بکھرتے دیکھ رہی تھی۔وہ اس فون کال سے انجان نہیں تھی بلکہ حمزہ نے اسے تنگ کرنے کا جو پروگرام بنایا تھا عبیر بھی بھرپور طریقے سے اس کا ساتھ دے رہی تھی لیکن ایمان کا اسقدر شدید ردعمل اسے گنگ کر گیا۔

"مجھے بتاؤ تو سہی ایمی! ہوا کیا ہے کس کافون تھا؟ بتاؤ ورنہ میں ممی کو بلا کر لاتی ہوں۔"

"ممی کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔جاؤ جاکر ان سے کہو۔جلد سے جلد میری شادی کروائیں۔اندھا، لولا، لنگڑا جیسا بھی ملے، مجھے شادی کرنی ہے۔" ایمان اس کاہاتھ جھٹک کر بولی لیکن اس کامطالبہ سن کر عبیر دنگ رہ گئی۔

"کیوں اس قدر جلدی کی کیا وجہ ہے ایمان؟"

"عون عباس جعفری، ہاں عبیر! وہی ہے اس ساری تباہی کاذمہ دار، وہ مجھے پل پل مارنا چاہتا ہے۔اس کی وجہ سے میں اپنے آپ سے بھی نظر نہیں ملا پاتی۔ کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرنے سے ڈرتا ہے۔اس کے لئے میں ایک دوست

ہوں، محض دوست، میرا کیا قصور ہے عبیر! اگر اسے محبت پر اعتبار نہیں رہا تو۔ میں تو اس کی ڈائری میں لکھے، اس کی آنکھوں کی سرخی، لہجے کی کپکپاہٹ کو محبت جانا تھا لیکن اس نے ہر بار یہی کہا میں دوست ہوں۔ محض دوست۔ بہت دعویٰ کرتا تھا تمہاری سبھی محبتیں، ساری خوشیاں لوٹاؤں گا، محبتیں تو لوٹا دیں اور خوشیاں سبھی اپنے پاس رکھ لیں۔وہ تو کہتا ہے اس نے محبت کی ہے، پھر اسے میرے کرب کا احساس کیوں نہیں ہوتا... اور اب شادی، میں اس سے پہلے شادی کروں گی۔میں اسے اس زعم میں نہیں رہنے دوں گی کہ اس کے لئے ایک لڑکی نے خود کو برباد کرلیا۔جاؤ عبیر! جا کر ممی سے کہو۔"آنسوؤں کی یورش میں وہ خود پر باندھے سارے ضبط کے بند توڑ بیٹھی تھی۔اس پگلی سی لڑکی کو عون کے لئے یوں تڑپتے دیکھ کر عبیر کو عون عباس جعفری کی خوش بختی پر بے پناہ رشک آیا۔

"پلیز ایمان! چپ ہوجاؤ، میں ممی سے کہتی ہوں۔" عبیر نے اسے دھواں دھار روتے دیکھ کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے تسلی دی۔

"نہیں ہے وہ میرا دوست، دوست ہوتا تو کچھ تو وفا کرتا۔" عبیر کے ساتھ لگی وہ مسلسل سسکتی رہی تھی اور عبیر مسکراتے ہوئے سوچے جارہی تھی کہ عون عباس جعفری نے دوستی کا دعویٰ کرکے واقعی بہت بڑا جرم کیا تھا۔جس کی اسے بہت سنگین سزا ملنی چاہئے۔

{...☆☆☆...}

"ہارون! انسان کو اپنی برداشت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کرنا چاہئے۔" سدرہ پھپھو نے اس کے سامنے پڑے البمز کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ تمام البمز سمیٹ کر کھڑا ہوگیا اور انہیں کسی قیمتی متاع کی طرح دراز میں ڈال کر لاک کردیا یہی تو اس کے لئے اثاثہ حیات تھا۔ان البمز میں اس کی خوشیوں کے لمحے تھے اس کی "ایمی" کی ہنسی مقید تھی۔

"آپ فکر نہ کریں پھپھو! میں مجنوں بننے کا ارادہ نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ افورڈ کرسکتا ہوں۔" ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کا احاطہ کرگئی جب سے عبیر کی ہارون سے شادی طے ہوئی تھی سدرہ پھپھو ہارون کے گھر مستقل رہنے

آگئی تھیں۔اور وہ ہر روز یہی دیکھتی تھیں کہ وہ کتنی کتنی دیر ان تصویروں میں کھویا رہتا تھا۔

"تم اپنے ساتھ غلط کررہے ہو ہارون! اس طرح تو تم کسی ایک رشتے سے بھی انصاف نہیں کرپاؤگے۔اگر انہی دکھوں کے ساتھ رہنا تھا تو کیوں کیا اتنا بڑا فیصلہ؟"

"کیونکہ میں خدا نہیں ہوں پھپھو!خدا اپنے بندوں کو بے حد چاہتا ہے اور اگر ان سے کچھ خطا ہوجائے تو اس میں اتنی دریادلی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاف کردے لیکن میں تو انسان ہوں اس لئے مجھے تو یہی فیصلہ کرنا تھا۔اس سے الگ ہو کر کیسے جیوں گا۔معلوم نہیں لیکن اب یہ خوشی ہے پھپھو جب تک جیوں گا' اسے چاہتا رہوں گا۔"

"یہ کیا پاگل پن ہے حمزہ؟" پھپھو نے حیرت سے اس کی آنکھوں میں ٹھہری غم کی سرخی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ پاگل پن نہیں ہے پھپھو! حقیقت پسندی ہے۔پہلی بار اس کی آنکھوں میں کسی دوسرے شخص کے لئے رنگ اترتے دیکھ کر میرے اندر طوفان اٹھا تھا

کہ آپ میرے سامنے آگئیں۔آپ نے سچ کہا تھا پھپھو' مرد جتنا بھی بے ایمان ہو' وہ عورت مکمل ایماندار چاہتا ہے۔میں نے آپ کی باتوں کو ذہن سے جھٹکنے کی بہت کوشش کی لیکن ایمی کا جنون عون عباس جعفری کے لئے اس کی بے ساختگی مجھے مجبور کرتی تھی کہ میں آپ کی باتوں پر غور کروں۔میں نے خود کو نبیل چاچا کی جگہ پر رکھ کر سوچا تو وہ مجھے درست لگے۔ میرا دل اتنا بڑا نہیں تھا کہ محبت میں شراکت برداشت کرسکتا اور نہ ہی مجھ میں اتنی ہمت تھی کہ چند برسوں بعد ایمی کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت اور ہونٹوں پر بددعائیں برداشت کرتا۔جب یہ تلخ حقیقت مجھ پر کھلی تو فیصلہ خود بخود ہو گیا۔میں اسے محبت سے مالامال بھی دیکھنا چاہتا ہوں اور اس کی آنکھوں میں ہمیشہ اپنے لئے محبت بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔اسے آپ میرا لالچ کہہ سکتی ہیں۔" وہ آہستگی سے کہتا چلا گیا کہ سدرہ پھپھو پر دل کی حقیقت کھول دینے میں کچھ حرج نہ تھا۔

"لیکن عبیر کا تو سوچو۔اس کی زندگی میں کتنی تشنگیاں ہیں اگر تمہیں اسے یہی غم دینے تھے تو اسے کیوں اپنا رہے ہو؟"

"یہ غم نہیں ہیں پھپھو! یہ تو میری محبت ہے اور عبیر اس حقیقت سے واقف ہے'اس کے باوجود میری یہی کوشش ہوگی پھپھو! کہ اسے کوئی غم نہ دوں کہ اس کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔اس نے تب میرا ساتھ قبول کیا جب مجھے کسی سہارے کی اشد ضرورت تھی۔" ہارون نے ایکبار پھر اپنے دل کی حالت صاف گوئی سے بیان کردی تو سدرہ پھپھو مسکرادیں۔انہیں یقین تھا یہ احسان مندی بہت جلد محبت میں بدل جائے گی اور پھر عبیر اور ہارون کی زندگی میں کسی غم کا سایہ تک نہ ہوگا۔

{...☆☆☆...}

مجھ کو اتنا کہنا ہے

پھول' بارش'خوشبو' چندا

مجھ کو اچھے لگتے تھے

اب تم اچھے لگتے ہو

آج کل اس پر عجیب سا جنون طاری تھا۔اسے اپنے آپ سے بھی وحشت ہوتی تھی۔عبیر سے تو وہ اس دن کے بعد نظر تک نہ ملا پائی تھی اور حمزہ نے بھی

دوبارہ فون نہیں کیا تھا۔کسی وقت تو اسے اس قدر بدگمانی آگھیرتی کہ اسے لگتا کہ حمزہ نے جیسے چنگاری دکھا کر اس کے جلنے کا لطف لیا تھا لیکن اتنا حوصلہ تو بہرحال اس میں نہیں تھا کہ حمزہ کو فون کرکے اس سے جوابدہی کرتی کہ کیا پتا وہ کچھ نئی معلومات گوش گزار کر دیتا۔عبیر نے ممی سے یقینا اس دن کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن وہ عبیر اور ممی دونوں سے بچتی پھرتی تھی۔گھر میں عبیر کی شادی کی ہلچل مچی رہتی تھی۔ممی اور عبیر دن بھر بازاروں کے چکر لگا کر لوٹتیں تو شام میں پھر کچھ نہ کچھ یاد آجاتا۔وہ اسے بھی ساتھ رکھنا چاہتی تھیں لیکن وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال جاتی۔بڑی پھپھو آجاتیں تو رونق اور بھی بڑھ جاتی تھی۔اس وقت بھی اس نے ممی کو بڑی پھپھو سے فون پر بات کرتے سنا تھا۔ کہیں جانے کا پروگرام بن رہاتھا او ر اسے یقین تھا بڑی پھپھو اسے بھی ساتھ چلنے پر اصرار کریں گی اسی لئے اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی او رپورچ کی طرف آگئی۔

"کہاں جارہی ہو ایمان!" عبیر کو سامنے پاکر وہ ٹھٹک سی گئی۔عبیر کے چہرے پر بڑی دلکش مسکراہٹ تھی۔پتا نہیں یہ کونسی خوشیوں کا اعجاز تھا کہ عبیر کی

سانولی رنگت میں عجیب سی چمک کھل رہی تھی اور اس کی سیاہ آنکھیں ستاروں کی طرح دمکتی رہتی تھیں اور اس کی آنکھوں کا خیال آنے پر بے ساختہ وہ وقت یاد آگیا جب اس نے عون کو سیاہ سیاہ کی گردان کرکے تنگ کیا تھا۔

"اف! میں کیوں نہیں بھول جاتی اسے۔ بھلا سات دنوں میں ایسا بھی کیا پورا شخص حفظ کرلیا میں نے۔ ہر لمحہ' ہر پل۔"

"کیا ہوا ہے ایمی! تم کہیں جارہی تھیں؟" عبیر نے اسے یوں خود میں ہی الجھتے پاکر کندھے سے ہلایا تو وہ چونک سی گئی۔

"ہاں... بس یونہی۔"

"یونہی جانا ہے تو مجھے ذرا یونہی سی سائیڈ چھوڑ آؤ۔ میری ایک فرینڈ سے ملاقات طے ہے۔"

"سی سائیڈ پر؟" ایمان نے بے ساختہ پوچھا اس کے لہجے میں کچھ تو تھا کہ عبیر مسکرادی۔

"ہوں... اب چلو بھی۔" عبیر نے اسے کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر ہاتھ پکڑا اور گاڑی تک لے آئی۔ وہ اس وقت ایمان کو کوئی بہانہ بنانے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

"جانتی ہو کس سے ملنے جارہی ہوں؟" عبیر نے بیٹھتے ہی بولنا شروع کردیا تو ایمان نے نفی میں سرہلادیا۔

"ایک دوست ہے' اس سے بہت پہلے کی ملاقات طے تھی۔ اس کی کچھ امانت لوٹانی ہے۔" عبیر جو بھی بول رہی تھی' ایمان اسے بے دلی سے سن رہی تھی۔ وہ تو اپنی سوچوں میں گم تھی۔

"کتنا عرصہ ہوا میں سی سائیڈ نہیں گئی۔ پہلے کتنا جنون تھا مجھے۔ اب تو کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ میری کوئی پسند ناپسند باقی ہی نہیں۔ شلوار سوٹ پہننے لگی ہوں' بالیاں بھی ڈالنا چھوڑ دیں' کیا کروں اب کچھ اچھا ہی نہیں لگتا۔ اور ان سب کے ذمے دار..."

"ارے' بس یہیں روک دو۔" عبیر کے چلانے پر وہ چونک گئی۔ گاڑی پارک کرتے ہوئے اس نے ایک نظر ارد گرد کے ماحول پر ڈالی۔شام کے سائے گہرے ہورہے تھے۔لیکن ہر طرف ہنستے کھلکھلاتے لوگوں کا ہجوم تھا۔

"اوکے ایمان! تم انجوائے کرو۔مجھے اپنے فرینڈ کو ڈھونڈنا ہے۔" عبیر چھپاک سے اسے کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر باہر نکل گئی تو ایمان نے ناگواری سے اس کے یوں چلے جانے کو دیکھا۔اس کا ارادہ ہر گز بھی باہر نکل کر لوگوں کے ہجوم میں گم ہونے کا نہیں تھا۔پہلے یہ سب اچھا لگتا تھا لیکن اب وحشت ہوتی تھی۔اس نے گاڑی بند کی اور آنکھیں موندتے ہوئے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔تنہائی میسر آتے ہی عون عباس جعفری اپنی تمامتر وجاہتوں کے ساتھ تصور میں درآیا تھا اور اس کے شکوے' شکایتیں شروع ہوگئے۔

"کہیں بھی سہی' وہ ایک بار نظر تو آئے۔دل کادرد بڑھے بھی تو کیا۔اسے دیکھ کر روح کی بے چینی میں کمی آجائے گی۔" سوچ بھٹک کر جانے کہاں سے کہاں جاپہنچی تھی۔تبھی فرنٹ ڈور کھٹ سے کھلا لیکن

اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔عبیر نے بیٹھ کر دروازہ بند بھی کرلیا لیکن وہ چپ چاپ بیٹھی رہی دل چاہتا تھا آنکھیں اب جب بھی کھلیں اس "سنگدل" کو سامنے پائیں۔اسے دل کے اس بے وقت الاپ پر ہنسی آگئی۔

"وہ تو اپنی زندگی میں خوش ہوگا۔اور مجھے اس کے سنگ بیتا' کوئی بھی لمحہ بھولتا ہی نہیں۔اے کاش میری کسی صدامیں اتنی طاقت ہو کہ اسے میرے ساتھ کا کوئی ایک لمحہ ہی بے قرار کردے۔" پتا نہیں دل بے بسی کے کس مقام پر آٹھہرا تھا۔اسے احساس تک نہ ہوا کہ دل کے درد سے بے چین ہو کر وہ رونے لگی تھی۔اس کی بند آنکھوں سے ایک موتی گرا تھا لیکن اگلے ہی لمحے اس آنسو کوٹوٹ کر گرنے سے پہلے کسی نے قیمتی متاع کی طرح اپنی پوروں پر سمیٹ لیا تھا۔اس روح کھینچ لینے والے لمس پر اس نے پوری جان سے کانپ کر آنکھیں کھول دیں لیکن اگلے ہی لمحے اسے لگا زمین آسمان آپس میں گڈمڈ ہوگئے تھے۔بھلا دعائیں یوں بھی قبول ہوتی ہیں' کیا دل سے نکلی صداؤں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ سیدھی عرش سے جاٹکرائیں۔ایک لمحے کے لئے اسے اپنی بصارت پر شک سا ہوا تھا۔لیکن وہ سراپا سچائی تھا۔وہ اس

کی دعا کا حاصل تھا۔وہ اس کی صدا کا صلہ تھا۔وہ اس کا عون عباس جعفری تھا۔جو اس کے دل پر بیتی قیامت سے یکسر بے نیاز اپنی پور پر ٹھہرے موتی پر نظریں جمائے بیٹھا تھا پھر اس کے خاموش لب آہستگی سے ہلے اور نورالایمان کی پیاسی روح رم جھم بار کی بوندوں میں بھیگنے لگی۔

"تمہارا خلیل جبران کہتا ہے محبت اپنی گہرائی سے بے خبر رہتی ہے۔تا آنکہ فراق کی ساعت آجائے۔" شاید وہ فراق کا مژدہ اپنی زبانی سنانے آیا تھا اور یہ الفاظ تو بس تمہید تھے۔ایمان نے لرز کر سوچا۔

"میں اس ساعت سے ڈرتا تھا۔اسی لئے چاہتا تھا تم کوئی خواب نہ سجاؤ میں تمہاری کانچ سی آنکھوں کو ہمیشہ روشن دیکھنا چاہتا تھا۔لیکن" وہ ایک لمحے کے لئے ٹھہرا تھا مگر اس "لیکن" نے ایمان کی جان لے لی۔پہلے بھی وہ اس "لیکن" کے بھروسے پر ٹھوکر کھا چکی تھی۔

"ہوں' اب یہ آنسو کس کے لئے بہاتی ہو۔سبھی فیصلے تو تمہارے ہیں۔" عون عباس جعفری نے نظر پھیر کر اس کی کانچ سی آنکھوں میں دیکھا تو ایمان کی روح فنا ہو گئی۔کتنی مدت بعد ملا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں سرد مہری اور

لہجے میں عجیب سی شکایت تھی۔اس کے الزام برداشت کرنے کی ہمت اب ایمان میں نہیں تھی۔

"کیسا فیصلہ؟ مجھے فیصلے کا حق کب دیا ہے آپ نے۔فیصلے تو آپ نے کئے ہیں اور میں نے ہر بار سنے ہیں۔مجھے اپنے گھر لے گئے۔مجھ کو اتنا اہم بنا ڈالا' پھر کہا دوست ہو محض دوست' اور پھر بنا میری مرضی پوچھے مجھے اس ہاسپٹل میں چھوڑ گئے۔اور اب سنا ہے شادی... شادی کر رہے ہیں۔ان سبھی فیصلوں میں میں کہاں تھی' آپ نے تو کبھی میری اہمیت مانی ہی نہیں پھر یہ کس فیصلے کی شکایت ہو گئی آپ کو؟" ایمان کے لہجے میں تلخیاں گھل گئی تھیں۔

"شادی میں کر رہا ہوں یا تم۔ہارون کی بات اور تھی' لیکن تم ہر گز یہ سوچنا بھی مت' کہ میں تمہیں یوں آسانی سے کسی کو سونپ دوں گا۔" عون نے بھی دوبدو تڑخ کر کہا تو ایمان گنگ سی ہو گئی۔یہ بھلا اس نے کیا کہا تھا۔عون عباس جعفری کے ہونٹوں سے ادا ہونے والے الفاظ حیرت انگیز تھے۔کل تک تو وہ اپنی ذات کے زعم میں مبتلا تھا پھر آج یہ اس کی دھمکی میں کیسا اقرار پوشیدہ تھا۔عون نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں ٹھہری بے یقینی کو دیکھا اور

پھر جیسے بے بس سا ہو گیا۔اس نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھام کر جیسے خود کو کچھ کہنے کے لئے سہارا دیا۔اس کے ہاتھ میں دبا نورالایمان احمد کا ہاتھ تھر تھر کانپ رہا تھا۔دل آنے والے وقت کے خوف سے سہما جارہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔

"ہاں شاید میں غلط تھا۔اپنی ذات کے زعم میں میں نے کبھی محبت کی اہمیت کو مانا ہی نہیں اور جب مانا تو ایک سزا میری منتظر تھی۔شاید محبت کے احساس سے انکار کرنے کی سزا میں ہی مجھے عبیر ملی' یا شاید وہ میرا پاگل پن تھا' اور سزا کے بعد خدا نے مجھے تمہاری صورت ایک عظیم انعام سے نوازا۔اب میں محبت کی اہمیت کو تو مان چکا تھا لیکن پہلے تجربے نے مجھے اتنا صدمہ دیا تھا کہ میں اقرار کرنے سے ڈرتا تھا۔لیکن حقیقت سے فرار کہاں ممکن ہے۔وہ تم ہو ایمان... اور بس وہ تمہی ہو سکتی ہو۔جس کے احساس نے مجھے اپنا اسیر کیا' تم میری ایمان ہو' اور ہرگز بھی محض دوست نہیں ہو' دوست تو کوئی بھی ہو سکتا ہے لیکن جو اپنے خلوص سے' اپنی محبت سے روح کے ایک ایک زخم کو بھر دے وہ صرف میری ایمان ہو سکتی ہے۔ہے ناں؟" اس کے ناک کو شرارت سے چھوتے ہوئے اس نے پوچھا لیکن ایمان میں اتنی ہمت کہاں تھی

کہ کچھ بول پاتی۔آج عون عباس جعفری کے ہونٹوں سے ادا ہو کر اسے اپنی "مکمل ایمان" ہونے پر فخر سا ہوا تھا۔لگتا تھا چند لفظوں سے اس نے اتنے دنوں کی ہر اذیت کا خاتمہ کر دیا تھا۔اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں اور ہونٹ خوشی کے مارے مسکرا رہے تھے۔عون نے اک گہری نظر میں اس کے چاندنی میں دھلے چہرے پر بکھرے رنگوں کو اپنی آنکھوں میں بسا لیا۔ مسکراتے ہوئے اس کے گال میں پڑنے والا بھنور عون کو سمندر کے بھنور سے بھی زیادہ دلکش لگا۔

"اب تو اماں کو بھجواؤں تو منع نہیں کرو گی ناں؟ ہمارا گھر بہت سونا ہے' اسے تمہارے روپ کی روشنی چاہئے۔اب تو مجھ پر بھروسہ ہے ناں؟"

"مجھے کل بھی آپ پر بھروسہ تھا اور آج بھی آپ زندگی پر میرا اعتبار ہیں۔" وہ دھیمے لہجے میں اس کے لئے ڈھیروں اعتماد سمو کر بولی تو وہ سرشار سا ہو گیا۔

"اونہوں اگر پہلے بھروسہ ہوتا تو تم کبھی انکار نہ کرتیں۔اماں' بابا نے تمہارے دادا ابا سے بات کی تو وہ مان گئے تھے لیکن تم نے حمزہ کو فون پر کہا کہ تم ہر گز مجھ سے شادی نہیں کروگی کیونکہ..."

"کیا' حمزہ سے میں نے ایسا کچھ نہیں کہا بلکہ اس نے مجھے بتایا کہ آپ کی شادی..." اس سے آگے مارے جلن کے اس سے کچھ بولا نہ گیا تو چند ثانیے تک دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے

پھر جیسے سب کچھ سمجھ آتا گیا۔تو وہ دونوں اپنے اس قدر کامیابی سے بے وقوف بننے پر ہنس دیئے۔

"اوہ' یہ حمزہ بھی مجھ سے اُس نے کہا کہ تم نے صاف انکار کردیا ہے۔میں نے کہا میں اماں سے پوچھوں تو اس نے مجھے ان سے پوچھنے بھی نہیں دیا۔ ارے ٹھہرو عبیر بھی شامل ہے اس گیم میں۔میں آج صبح ہی حنا کے گھر پہنچا تھا اور تبھی اس نے مجھ سے کہا وہ شام کو مجھے ملنا چاہتی ہے اور یہاں پہنچا ہوں تو اس گاڑی میں بیٹھنے کا کہہ کر چلی گئی پھر تو حمزہ بھی یہیں ہوگا۔وہ

یہیں کہیں انجوائے کررہے ہوں گے ہماری حماقتوں کو۔آؤ ڈھونڈیں انہیں۔"عون روانی سے بولتا چلا گیا لیکن آخر میں اسے ایک ٹک اپنی طرف دیکھتے پاکر وہ تھم سا گیا۔ان کانچ سی کتھئی آنکھوں میں کیا رنگ ٹھہرا تھا وہ بخوبی سمجھ سکتا تھا۔

"میں نے عبیر سے کہا تھا کہ ایمان کی آڑ میں چھپنا چھوڑ دو اور اب وہ خالصتاً تمہاری بہن ہے۔تم سے محبت کی ہے تو تم سے کچھ تو سیکھا ہوگا۔مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں۔اب ہم کبھی اس موضوع پر بات نہیں کریں گے۔" مختصر الفاظ میں اس نے بنا پوچھے اس کے سبھی سوالوں کے جواب دے ڈالے تھے۔ ایک بے ساختہ مسکراہٹ آٹھہری۔وہ اس کے ساتھ گاڑی سے باہر نکل آئی۔

"مجھے آپ کی یہ بات پہلے دن سے متاثر کرگئی تھی کہ آپ بنا کہے ہر بات جان لیتے ہیں۔" اس کے سنگ چلتے ہوئے وہ شوخ ہوا سے بکھرتے بالوں کو سمیٹتے ہوئے بولی۔

"سب کی نہیں جان لیتا بس وہی جو خاص ہوتے ہیں۔" اس نے اپنی روشن سنہری آنکھوں میں ڈھیروں رنگ بھر کر کہا تو وہ لجا سی گئی۔

"جانتی ہو آج چاند کی چودھویں رات ہے۔" عون نے چلتے چلتے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ایمان چونک سی گئی۔

"اس سے بہت پہلے کی ملاقات طے تھی۔اس کی ایک امانت لوٹانی تھی۔" کچھ دیر پہلے عبیر نے یہی الفاظ مبہم انداز میں کہے تھے اور اب اس پر ان الفاظ کا مطلب واضح ہو گیا تھا۔ان دونوں کا ساتھ عبیر کے پاس ایک امانت ہی تو تھا جس کا حق اب ادا ہو گیا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں آسمان پر چاند آج اپنا نور پھیلا رہا ہے اور میرے دل میں میری محبت کا نور۔" وہ تیزی سے اس کے برابر ہوتے ہوئے بولی تو وہ اس کی معصوم سی بات پر قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکا۔اس کے قہقہے کی کھنک ایمان کے روم روم میں جلترنگ بجا گئی۔حمزہ کہتا تھا وہ ہر اذیت کا خاتمہ کر دے گی اور عون عباس جعفری کے چہرے پر پھیلا خوشی کا نور ایمان کو یقین دلا رہا تھا کہ اب کوئی اذیت باقی نہیں رہی۔

"سنو! تمہیں ٹائی کی ناٹ لگانا آتی ہے ناں؟" وہ چلتے چلتے رک کر فکرمندی سے پوچھنے لگا تو ایمان حیران سی نفی میں سر ہلا گئی۔ بھلا اس وقت یہ کیسا سوال تھا۔

"اوہ یعنی تمام عمر حمزہ ہی میرا بیوی بیوی سا لگتا رہے گا۔" اس نے بے چارگی سے کہہ کر برا سا منہ بنایا تھا لیکن ایمان سے اپنی ہنسی کنٹرول نہ ہو سکی اور اس کی ہنسی کے نور کے سامنے آسمان کے چاند کا نور کم پڑ گیا تھا۔

ختم شد